ہفت روزہ

خدام الدین

لاہور

زیر سرپرستی

شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی مدظلہ

شیرانوالہ دروازہ لاہور

۱۸ مئی ۱۹۵۶
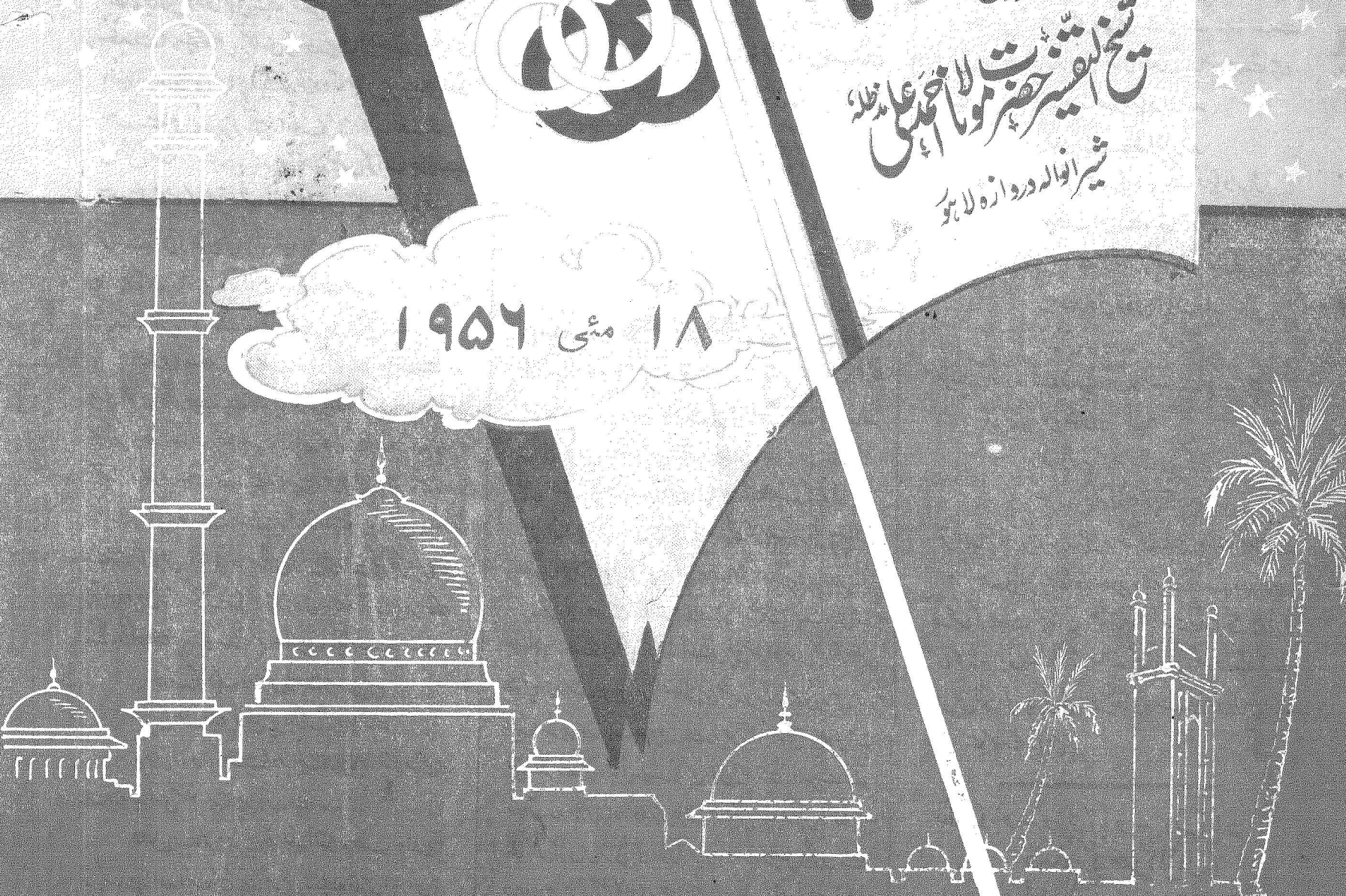
مطبوعات انجمن خدام الدین ۞ لاہور

حسد

شیخ خدا بخش طیب نبی آبادی مہیاں چنوں ملتان

وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ○

ترجمہ:- اور (اے اللہ میں) حسد کرنے والے کی شر سے جب وہ حسد کرے (تیری پناہ میں آتا ہوں)

حضرت شاہ عبد القادر صاحب

لکھتے ہیں۔ کہ اس وقت اس کی ٹوک لگ جاتی ہے بیشک ٹوک یا نظر لگ جانا ایک امر واقع ہے۔ لیکن اکثر مفسرین کے نزدیک مندرجہ بالا آیت کا مطلب یہ ہے کہ حاسد جب اپنی قلبی کیفیت کو ضبط نہ کر سکے اور عملی طور پر حسد کا اظہار کرنے لگے تو اس کی بدی سے پناہ مانگنا چاہیئے۔ اگر ایک شخص کے دل میں بے اختیار حسد پیدا ہو مگر وہ اپنے نفس کو قابو میں رکھ کر محسود کے ساتھ کوئی ایسا برتاؤ نہ کرے تو وہ اس سے خارج ہے۔ نیز یاد رکھنا چاہیئے کہ حسد کے معنا یہ ہیں کہ کہ دوسرے سے اللہ کی دی ہوئی نعمت کے زوال کا متمنی ہو۔ باقی یہ آرزو کرنا کہ مجھے بھی ایسی نعمت یا اس سے زائد عطا ہو جو فلاں کو عطا ہوئی ہے حسد میں داخل نہیں ہے۔ اس کو غبطہ کہتے ہیں بخاری کی حدیث لَاحَسَدَ اِلَّا فِی اِثْنَتَیْنِ۔ حسد نہیں کرنا چاہیئے مگر دو آدمیوں میں یہاں لفظ حسد سے یہی غبطہ مراد ہے۔ اَلْحَسَدُ یَاْکُلُ الْحَسَنَاتِ کَمَا تَاْکُلُ النَّارُ الْحَطَبَ۔ یعنی حسد نیکیوں کو ایسا جلاتا ہے۔ جیسے آگ لکڑی کو جلاتی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص حسد کرتا ہے اس کو جان کنی کی تلخی زیادہ ہوتی ہے۔ اور سوال قبر میں عاجز ہوتا ہے۔ حدیث شریف کی رو سے حسد حرام ہے کیونکہ اس سے تقدیر الہیٰ سے نارضامندی پائی جاتی ہے۔

حاسد صاحب جاہ کا زوال چاہتا ہے۔ وہ ہمیشہ غم اور دکھ میں رہے گا۔ کیونکہ کوئی زمانہ ایسا نہ ہوگا کہ خدا کا فضل کسی پر نہ ہو۔ حسد کا سبب تکبر اور عداوت اور مال وجاہ کی محبت وغیرہ سے ہوتا ہے۔ ایسے خیالات دل سے دور کرے جن کی وجہ سے حسد پیدا ہوتا ہے۔ یہ ایسی بری عادت ہے کہ جس کو لاحق ہو جاتی ہے اس کو اپنی بہبودی کی فکر نہیں ہوتی جتنی دوسروں کے بگڑنے کی آرزو ہوتی ہے۔ اور وہ ان کے گلے شکوے اور بدگمانی میں مصروف رہتا ہے۔ ؎

حاسد کو ایک دم نہیں راحت جہان میں
رنج حسد ہے جان پر جبتک کہ جان ہے

یہ مرض روحانی حضرت آدم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد سے نسلاً بعد نسلٍ منتقل ہوتا چلا آرہا ہے۔

نقل ہے کہ حضرت حوا علیہ السلام جب حاملہ ہوتیں تو ایک بیٹا اور ایک بیٹی پیدا ہوتیں۔ پہلے قابیل اور ان کی ہمشیرہ اقلیما پیدا ہوئیں۔ دوسری بار ہابیل اور ان کی بہن یہودا پیدا ہوئی۔ سیدنا آدم علیہ السلام کی شریعت میں بحکم خداوندی یہ قانون مقرر تھا۔ ایک بطن کی بیٹی اور دوسرے بطن کا بیٹا آپس میں بیاہے جاتے تھے۔ اس واسطے حضرت آدمؑ نے فرمایا کہ میں یہ نکاح بموجب حکم خداوندی کرتا ہوں۔ لہٰذا اس کی اطاعت تم پر لازم ہے۔ قابیل نے باپ کا حکم قبول نہ کیا۔ جب حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم دونوں قربانی کرو۔ جس کی قربانی مقبول ہو اقلیما اس کے نکاح میں آئے اور اس زمانے میں قربانی کا دستور یہ تھا کہ دو شخص جو آپس میں جھگڑتے تھے تو وہ دونوں اپنی اپنی قربانی پہاڑ پر رکھتے تھے اور ایک آتش آسمان سے آتی تھی اور جو کہ جانب حق ہوتا تھا اس کی قربانی کو نابود کر جاتی تھی۔ جب دونوں بھائی قربانی کے لئے رضامند ہوئے تو ہابیل نے ایک مینڈھا موٹا تازہ اپنے گلے میں سے جدا کیا۔ اور قابیل نے ایک ٹوکرا گندم کا۔ دونوں بھائی پہاڑ پر لے جا کر رکھ آئے تو خدا کی قدرت ایک آگ آسمان کی طرف سے آئی اور ہابیل کی قربانی کو لے گئی اور کچھ نشان باقی نہ چھوڑا۔ اور قابیل کی گندم پر کچھ اثر نہ پڑا۔ اس سبب سے قابیل کے دل میں حسد پیدا ہو گیا اور ہابیل کو ڈھونڈنا کہ قتل کر دوں گا۔ آخر کار قابیل سنگدل نے فرصت پا کر حقیقی بھائی کو حسد کی وجہ سے قتل کر دیا۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ

ذکریا علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتلایا ہے کہ حاسد میری نعمت کا دشمن ہے میری قضا پر خفا ہوتا ہے اور میری تقسیم کو جو بندوں کے درمیان میں نے کی ہے پسند نہیں کرتا۔ حسد سے گدورہ کہ پہلے جو خون ناحق ہوا ہے وہ حسد تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس وقت مدینہ منورہ ہجرت فرمائی حضورؐ سے قبل عبداللہ بن ابی کو اہل مدینہ رئیس بنا کر دستار بندھانا چاہتے تھے۔ لیکن حضورؐ کی تشریف آوری کی وجہ سے حضورؐ کو لوگوں نے رئیس بنا دیا۔ عبداللہ بن ابی کو یہ دیکھ کر بہت رنج پہنچا اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حسد کی وجہ سے برائی کرنے لگا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت اسی عبداللہ بن ابی نے لگائی تھی۔ غزوۂ احد میں تین سو آدمیوں کو لیکر واپس آگیا تھا۔ ۵ھ میں بنو المصطلق کی مشہور جنگ ہوئی۔ اس میں ایک مہاجر اور ایک انصاری سے باہم لڑائی ہو گئی۔ معمولی بات تھی۔ مگر بڑھ گئی۔ ہر ایک نے اپنی اپنی قوم سے دوسرے کے خلاف مدد چاہی۔ اور دونوں طرف جماعتیں پیدا ہو گئیں۔ اور قریب تھا۔ کہ آپس میں لڑائی کا معرکہ گرم ہو جاوے کہ بعض لوگوں نے درمیان میں پڑ کر صلح کرا دی۔ عبداللہ بن ابی کو بھی اپنے قدیمی حسد کی وجہ سے لڑائی کرانے کا موقع ملا۔ اس کو جب اس قصہ کی خبر ہوئی تو اس نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ الفاظ کہے اور اپنے دوستوں سے خطاب کر کے کہا کہ یہ سب کچھ تمہارا اپنا ہی کیا ہوا ہے۔ تم نے ان لوگوں کو اپنے شہروں میں ٹھکانا دیا۔ اپنے مالوں کو ان کے درمیان آدھوں آدھ بانٹ لیا۔ اگر تم لوگ ان لوگوں کی مدد کرنا چھوڑ دو تو اب بھی چلے جاویں۔ اور یہ بھی کہا کہ خدا کی قسم اگر ہم لوگ مدینہ پہنچ گئے تو ہم عزت والے مل کر ان ذلیلوں کو وہاں سے نکال دیں گے۔

حضرت زید بن ارقمؓ نوعمر بچے تھے۔ یہ سن کر تاب نہ لا سکے کہنے لگے کہ خدا کی قسم تو ذلیل ہے۔ تو اپنی قوم میں بھی ترچھی نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ تیرا کوئی حامی نہیں ہے۔

حضرت زید بن ارقم نے پورا قصہ حضورؐ سے جا کر عرض کر دیا۔ سیدنا عمر فاروقؓ نے عرض کی حضورؐ اجازت دیں تو میں اس کافر کی گردن اڑا دوں۔ مگر حضورؐ نے منع فرما دیا۔ عبداللہ نے جھوٹی قسمیں کھا کر جان چھڑائی۔ حسد کی بیماری جب انسان کو لاحق ہو جاتی ہے۔ تو وہ نبی کو چھوڑتا ہے اور نہ نبی کے ماننے والوں کی رعایت کرتا ہے۔ موجودہ دور میں دوکاندار کو دوکاندار سے حسد ہے۔ علماء کو علماء سے (اِلَّا مَا شَاءَ اللہُ)۔ جب دوکاندار کو حسد چھٹ گیا۔ تو خواہ دوسرا دوکاندار اچھا ہی سودا دے۔ لیکن وہ یہی کہے گا۔ کہ فلاں دوکان کا سودا ٹھیک نہیں ہے۔ یہی حال ہمارا ہے۔ خواہ ایک ہی استاد کے تلامذہ ہوں کہیں گے کہ اسے کیا آتا ہے۔ ہیچ مادیگرے نیست۔ حاسد سے خلق خدا اور خداوند تعالیٰ دونوں ناراض ہوتے ہیں۔ ؎

ہر کہ او از حسد دنیا دار شد
بیگماں از وے خدا بیزار شد

ترجمہ:- جو شخص حسد کی وجہ سے دنیا دار ہوا
بیشک اس سے خدا ناراض ہوا

بھلائی اسی میں ہے کہ حسد کو چھوڑ دیا جائے ؎

از حسد اول تو دل را پاک دار
خویشتن را بعد ازاں مومن شمار

ترجمہ:- پہلے تو اپنے دل کو حسد سے پاک کر پھر اپنے آپ کو مومن شمار کر ؎

تا غم آنکہ نیا زارم اندرون کسے
حسود را چہ کنم کو ز خود برنج درست

ترجمہ:- آخرت میں بھی حاسد گھاٹے میں رہے گا اس کے حسد کی وجہ سے محسود مظلوم ہے۔ اسی حسد کی وجہ سے جو کچھ محسود کو غیبت، بہتان، جھوٹے الزام سے تکلیف ہوتی ہے اس کا جرم اس کو بھگتنا پڑے گا۔ کہ حاسد کی نیکیاں محسود کے نامۂ اعمال میں لکھ دی جائیں گی۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو اس مہلک مرض سے بچائے۔ آمین۔

ہفت روزہ خدّامُ الدّین لاہور

جلد ۲ | یوم جمعہ ۷ر شوال ۱۳۷۵ھ مطابق ۱۸ر مئی ۱۹۵۶ء | شمارہ ۱

دوسرا سال

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور اپنی زندگی کا ایک سال ختم کر کے اس شمارہ سے اپنی زندگی کا دوسرا سال شروع کر رہا ہے۔ گذشتہ سال ہمیں جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہم ان کا ذکر کرنا بھی مناسب نہیں سمجھتے۔ کیونکہ حقیقت حال بیان کرنے میں شکایت ذوالجلال پائی جاتی ہے۔ ہم خوش ہیں کہ جس نے ہمارے راستہ میں رکاوٹیں پیدا کیں اسی نے ہم کو ان پر قابو پانے کی ہمت بھی عطا فرمائی۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔

گذشتہ سال بعض احباب نے حسبۃً للہ ہماری ہر ممکن امداد فرمائی۔ مضمون نگار احباب نے بلا معاوضہ مضامین ارسال فرمائے۔ کاروباری حضرات نے اشاعتِ دین میں حصہ لینے کی غرض سے ہمیں اشتہارات سے نوازا۔ اہل ثروت اور بارسوخ دوستوں نے توسیع اشاعت میں سعی فرمائی۔ یہ احسان نافراموشی ہوگی اگر ہم ان سب حضرات کا شکریہ ادا نہ کریں۔ جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ آئندہ سال بھی ہم ان سے اسی طرح تعاون و امداد کے امیدوار رہیں گے۔

قارئین کرام کو معلوم ہے۔ کہ ہماری زندگی کا نصب العین کتاب و سنت کی اشاعت ہے۔ اس میں بھی صرف مثبت پہلو پیش کرنا ہمارا اصل الاصول ہے۔ الحمد للہ۔ ہم گذشتہ سال اس میں کامیاب رہے اور آئندہ سال بھی ہم اسی پر عمل پیرا ہونے کا مصمم ارادہ رکھتے ہیں۔ وما توفیقی الا باللہ۔

اس جریدہ کے اجراء سے انجمن خدّامُ الدّین کی غرض مالی مفاد حاصل کرنا نہیں ہے بلکہ مقصد صرف حصولِ رضائے الٰہی ہے۔ دوسرا مقصد یہ ہے کہ عامۃ المسلمین کو کتاب و سنّت کے مطابق زندگی بسر کرنے کی دعوت دی جائے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو اپنی بساط کے مطابق کوشش کرنے اور عامۃ المسلمین کو اس سے حتی الوسع فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائی۔ یہ اس کا بہت بڑا فضل ہے۔ بعض احباب نے تو اپنے اعزہ و اقارب کو بھی اس سے مستفیض فرمایا۔ جو نماز کے قریب نہ جاتے تھے ان کا اپنا بیان ہے کہ وہ اس جریدہ کے مطالعہ سے نہ صرف خود بلکہ ان کے اہل و عیال بھی نمازی ہو گئے۔ حصول رضائے الٰہی کے متعلق تو وہی بہتر جانتا ہے کہ ہم نے اس کو راضی کرنے کی جو کوشش کی۔ اس میں ہم کامیاب ہوئے یا ناکامیاب رہے۔ ہم دعا کرتے ہیں کہ وہ ہم سے راضی ہو جائے۔ ہم تو اس سے راضی ہیں کہ اس نے ہمیں اپنے دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ آئندہ سال کے لئے بھی ہم اسی کی بارگاہ میں دعاگو ہیں کہ وہ کسی گناہ کی شامت کے باعث یہ توفیق سلب نہ کرلے۔

زندگی کی دوسری منزل میں قدم رکھتے ہوئے ہمیں اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ ہے کہ جس طرح بے سرو سامانی کی حالت میں اس نے ہماری پہلے سال امداد فرمائی۔ اسی طرح آئندہ بھی وہ ہماری امداد و اعانت فرمائے گا۔

یا مقلب القلوب ثبت قلوبنا علی دینك

امین یا الہ العٰلمین!

خطبہ جمعہ :-

ترتیب کے لحاظ سے شمارہ ۵۲ مؤرخہ ۱۱ر مئی ۱۹۵۶ء میں ۴ر مئی ۱۹۵۶ء کا خطبہ جمعہ اور اس اشاعت میں ۱۱ر مئی کا جمعۃ الوداع کا خطبہ شائع ہونا چاہئے تھا۔ لیکن جمعۃ الوداع کے خطبہ کی اہمیت کو پیش نظر رکھتے ہوئے ہمیں یہ ترتیب بدلنی پڑی۔ جمعۃ الوداع خطبہ کا گذشتہ شمارہ میں پیش کیا گیا۔ تاکہ وہ جمعۃ الوداع کے روز ہی قارئین کرام کے ہاتھوں میں پہنچ جائے۔ ۴ر مئی کا خطبہ اس اشاعت میں پیش خدمت ہے۔ تاکہ یہ شمارہ خطبہ جمعہ سے خالی نہ رہے۔ انشاءاللہ العزیز آئندہ شمارہ سے پہلی ترتیب بحال کر دی جائے گی۔

مجلس ذکر :-

ہم نے شمارہ ۴۷ مؤرخہ ۶ر اپریل ۱۹۵۶ء صفحہ ۱ پر اس عنوان کے ماتحت عرض کیا تھا کہ رمضان المبارک میں یہ عنوان پیش خدمت نہ ہو سکے گا۔ رمضان المبارک کے بعد پہلی بار مجلس ذکر کل مؤرخہ ۱۷ر مئی کو منعقد ہوئی اس میں حضرت کی تقریر انشاء اللہ آئندہ شمارہ میں ہدیۂ قارئین کرام کی جائے گی۔ آج یہ خوشخبری سنانا مقصود ہے کہ مجلس ذکر میں حضرت کے ارشادات کی پہلی جلد کتابی شکل میں چھپ کر تیار ہو گئی ہے۔ سائز $\frac{۲۰ × ۳۰}{۱۶}$ (کتابی سائز) ضخامت ۱۶۰ صفحات مجلد۔ قیمت ایک روپیہ۔ خرچ ڈاک بذمہ خریدار۔ یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ یہ کتاب روحانیت کا ایک گلدستہ ہے۔ جس کے مطالعہ سے ہر مسلمان کو شاد کام ہونا ضروری ہے۔ ملنے کا پتہ :-

دفتر انجمن خدام الدین۔ شیرانوالہ دروازہ لاہور

خاصۃ القرآن

(محمد مقبول عالم بی اے لاہور)

اللہ تعالیٰ نے ہر شے میں خاصہ رکھا ہے۔ اور وہ خاصہ صرف اسی شے میں پایا جاتا ہے۔ کسی دوسری شے میں نہیں۔ یہ حکمت کا اصول ہے۔

خاصۃ الشی لا یوجد فی غیرہ　ایک شے کا خاصہ دوسری شے میں نہیں پایا جاتا۔

دیکھئے نمک میں نمکینی پائی جاتی ہے۔ سالن میں نمک نہ ڈالیں۔ جواہرات پیس کر ڈال دیں۔ تو نمکینی پیدا نہیں ہوگی۔ اسی طرح پانی پیاس بجھاتا ہے۔ کھانا بھوک دور کرتا ہے۔ دوائیوں سے بیماروں کو شفا حاصل ہوتی ہے۔ غرض ہر ایک شے میں اللہ تعالےٰ نے علیحدہ علیحدہ خاصے رکھے ہیں۔ اور اس خاصے کا ظہور صرف اسی شے سے ہوتا ہے۔ دوسری سے نہیں ٹھیک اسی طرح کتاب اللہ کا بھی ایک خاصہ ہے۔ جو کسی دوسری کتاب میں نہیں پایا جاتا۔ اور وہ ہے تقویٰ یعنی خوف خدا پیدا کرنا۔ خوف خدا ایسی چیز ہے۔ جو نیک کام کرنے اور برائی سے بچنے میں کام آتی ہے۔ بات یہ ہے کہ اللہ کے کلام میں کشش ہے۔ وہ دلوں میں اترتا جاتا ہے۔ جب کوئی سلیم الفطرت انسان اُسے سنتا ہے۔ اور متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اکثر جسم پر رقت طاری ہو جاتی ہے۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ اور دل اللہ کے ذکر کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ "کتاب اللہ" کے سوا کسی اور کتاب کے پڑھنے یا سننے سے یہ کیفیت پیدا نہیں ہوتا

اس دور میں "کتاب اللہ" کا مصداق فقط قرآن حکیم ہے۔ یہ آسمانی کتابوں کے سلسلے کی آخری اور مکمل کتاب ہے۔ پہلی کتابیں تبدیل ہو کر منسوخ ہو چکی ہیں۔ البتہ اُن میں جو ابدی صداقتیں تھیں۔ وہ سب قرآن حکیم میں جمع کر دی گئی ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (۹۸-۳) اس قرآن میں قائم رہنے والی صداقتیں جمع شدہ ہیں

قرآن حکیم بندوں کو اُن کے مقام سے آگاہ کرتا ہے۔ انہیں خدا کی پہچان کراتا ہے۔ اور اللہ بندوں کے تعلق کو نباہنے کا طریقہ سمجھاتا ہے ایمان و کفر توحید و شرک، خیر و شر میں تمیز کراتا ہے خوف خدا پیدا کرکے انسان کو سیدھی راہ پر چلاتا ہے

یہ قرآن کریم کا خاصہ ہے۔ اور دنیا کی کسی کتاب میں یہ خاصہ نہیں مل سکتا۔ لامحالہ اس کے لئے قرآن حکیم ہی کی طرف رجوع کرنا پڑے گا۔ جیسے نمکینی حاصل کرنے کے لئے نمک کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔ اگر انسان کو نمک کی ضرورت ہے۔ تو قرآن کریم کی ضرورت کیوں نہیں۔ ہاں غفلت کی وجہ سے دل مر چکا ہو۔ تو اور بات ہے۔ وہ لوگ جو دنیا بھر کے علوم و فنون کے تو ماہر ہیں۔ لیکن قرآن حکیم کا علم کسی عالم قرآن سے حاصل نہیں کیا۔ اُن میں سب کچھ ہوگا۔ لیکن نور ایمان نہیں ہوگا۔ خدا شناسی نہیں ہوگی۔ خوف خدا نہیں ہوگا بلکہ انسانیت نہیں ہوگی۔

اے مسلمان! تو قرآن حکیم پر ایمان رکھتا ہے تیرا فرض ہے۔ کہ نور قرآن سے اپنے سینے کو منور کرے اور اپنے بچوں کو بھی اس سے روشناس کرائے۔ جہاں آپ روٹی کمانے کی خاطر اپنے بچوں کو دنیوی تعلیم دلاتے ہیں۔ وہاں انسان بنانے اور خوف خدا پیدا کرنے کے لئے انہیں تعلیم قرآن بھی دلائیں۔ تاکہ ان کی زندگی کا ہر عمل اللہ کی رضا کے ماتحت ہو جائے اور وہ دنیا و آخرت میں کامیابی حاصل کریں۔

بے شک دنیا کی زندگی درپیش ہے۔ اور اس کے لئے فکر کی جاتی ہے۔ لیکن حقیقی زندگی آخرت کی زندگی ہے۔ اس کے لئے تو بہت زیادہ فکر کرنی چاہئے۔ دنیا کی زندگی ایک مہلت ہے۔ اس کی قدر کریں۔ اور اسے غفلت میں نہ گزاریں۔ وقت بہر حال گزر رہا ہے۔ لیکن ایسا نہ ہو۔ کہ آپ فائدہ کے بجائے نقصان حاصل کرکے جائیں

وَالْعَصْرِ ۝ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝ (۱۰۳-۱-۲)　گزرتا ہوا زمانہ گواہ ہے کہ انسان گھاٹے میں جا رہا ہے

قرآن حکیم اس گھاٹے سے نکلنے کی دعوت دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے۔ کہ زندگی کو خوشحال بنانے اور اطمینان قلب پانے کے لئے میری طرف آؤ۔ قرآن میں شفا ہے۔ وہ بوجھ ہلکا کرتا ہے۔ وہ انسان کو اس کا مقام سمجھاتا ہے۔ اور حیوانیت سے نکال کر صحیح معنوں میں انسان بناتا ہے۔ قرآن حکمت سکھاتا ہے۔ اور دانشمند بناتا ہے۔ وہ زندگی کے ہر شعبے کے لئے ہدایات دیتا ہے۔ تاجر کو تجارت کے گر سکھاتا ہے۔ عالم کو علم کے راز بتاتا ہے۔ حاکم کو حکومت کے ڈھنگ سکھاتا ہے۔ سپاہی کو لڑنے کا طریقہ بتاتا ہے۔ جج کو عدل و انصاف کرنا سکھاتا ہے۔ غرض ہر ایک کو اس کے مناسب حال ہدایات دیتا ہے۔

قرآن حکیم ساری انسانیت کا نصاب ہے۔ چھوٹے بڑے، امیر و غریب، شاہ و گدا، عالم و جاہل سب کا نصاب یہی ہے۔ اسے پانچ سال کا بچہ بھی پڑھتا ہے۔ ۰۰ سال کا بوڑھا بھی پڑھتا ہے جاہل بھی پڑھتا ہے۔ عالم بھی پڑھتا ہے۔ اور سب اپنی اپنی وسعت کے مطابق حصہ پاتے ہیں اور لطف اٹھاتے ہیں۔ قرآن حکیم بار بار پڑھیں۔ تو دل نہیں اکتاتا۔ بلکہ ہر بار ایک نیا ہی لطف آتا ہے۔ یہ خاصہ کسی دوسری کتاب میں نہیں پایا جاتا

قرآن حکیم کی تعلیمات کا خلاصہ اگر بیان کیا جائے۔ تو وہ دو ہی لفظ ہیں۔ اللہ تعالےٰ کو بعبادت اور مخلوق کو بخدمت راضی کرنا۔

وہ لوگ جو اللہ کی رضا کے طالب ہیں۔ اور خلق خدا کی بھلائی چاہتے ہیں۔ وہ قرآن سے لائحہ عمل حاصل کریں۔ لیکن اس کے لئے کسی ایسے عالم ربانی کے آگے زانوئے ادب تہ نہ کرنا پڑے گا۔ جس کے سینے میں نور قرآن ہو۔ جس کا حال قرآن ہو جس کا قال قرآن ہو۔ جو حامل قرآن ہو۔ جو عامل قرآن ہو۔ جو ناشر قرآن ہو۔ جو عاشق قرآن ہو اور محض اللہ خاطر اور اس پر بھروسہ رکھتے ہوئے خلق خدا کی بھلائی کی خاطر لوگوں کو قرآن کا پیغام پہنچائے اور اس کے عوض کسی قسم کی مزدوری طلب نہ کرے اگر ایسے عالم ربانی کی صحبت میسر آجائے۔ تو تھوڑے ہی دنوں میں طبیعت کے اندر انقلاب آجائے گا۔ روحانیت ترقی کرے گی۔ درجات بلند ہوں گے اور وہ اللہ کا عبادت گزار اور خلق خدا کا مونس و غمخوار بن جائے گا۔ اللہ بھی اس سے راضی ہوگا اور مخلوق بھی اُس سے محبت کرے گی۔

ہر مسلمان کا فرض ہے۔ کہ اللہ کی سرزمین پر اس کا فرمانبردار اور اطاعت گزار بندہ بن کر رہے لیکن یہ بات قرآن حکیم کے اتباع کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ علامہ اقبال فرماتے ہیں ؎

گر تو می خواہی مسلمان زیستن
نیست ممکن جز بقرآن زیستن

اللہ تعالےٰ ہمیں توفیق دے کہ قرآن حکیم کو اپنی زندگی کا دستور بنائیں۔ اور اس کے فرمانبردار بندے بن کر زندگی گزاریں۔ آمین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ یوم جمعہ ۲۲ رمضان المبارک ۴ رمئی ۱۹۵۶ء

اسلام نظام رحمت ہے

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب خطیب جامع شیرانوالہ لاہور

اسلام محض رحمت ہے

(وما ارسلنک الا رحمۃ للعالمین) سورۃ الانبیاء رکوع ۷ پارہ ۱۷ ترجمہ - اور (اے محمدؐ) ہم نے تم کو تمام جہان کے لئے رحمت (بناکر) بھیجا ہے -

حاشیہ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ

یعنی تیری ذات کو صرف انعام اور بخشش پیدا کیا - خلقت کیواسطے تیرے طفیل تیری امت کو بخشوں گا - قیامت کو - اور تیرے ہونے سے مکہ کے لوگوں پر عذاب نہیں ہوتا - چونکہ تو ان کے بیچ میں ہے اور اس سبب سے یہ عذاب سے بچے ہوئے ہیں۔

سارے دین کا منبع حضور انورؐ کی زبان مبارک ہی ہے

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے (ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بہما کتاب اللہ وسنۃ رسولہ)؟ ترجمہ - میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں - جب تک ان دونوں کو پکڑے رہوگے - ہرگز گمراہ نہیں ہوگے - (وہ دو چیزیں) اللہ کی کتاب (قرآن مجید) اور اس کے رسول کی سنت ہے - اور یہ دونوں چیزیں ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ہی پہنچی ہیں اور یہ قاعدہ ہے کہ جو چیز کسی چیز کے اندر ہوتی ہے - باہر بھی اس سے وہی چیز نکلتی ہے - مثلاً برتن کے اندر گھی ہے - تو باہر بھی ٹپک کر گھی ہی نکلیگا - اور اگر اندر گاسلیٹ ہے - تو باہر بھی گاسلیٹ ہی ٹپک کر نکلے گا -

لہذا ثابت ہوا

کہ چونکہ آپ رحمۃ للعالمین ہیں - اس لئے آپ کی زبان مبارک سے نکلا ہوا قرآن مجید اور حدیث نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سب رحمۃ ہی رحمۃ ہیں -

ہر شخص اتنا ہی حصہ رحمت الٰہی سے پائیگا

لہذا جو شخص ان دونوں چیزوں کو جتنا اپنائیگا یعنی جتنا ان دو چیزوں کو اپنے عمل میں لائے گا - اتنی ہی اللہ تعالٰے کی رحمت اس پر نازل ہوتی جائیگی - جہاں رحمت الٰہی کی بارش ہوگی - وہاں سے زحمت اور مصیبت دور ہوتی جائے گی -

دنیاوی آسودہ حالی کے لئے ایک مجرب نسخہ

اگر کوئی شخص فقط اللہ تعالٰے کی رضا حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں کے بچوں کو قرآن مجید ناظرہ پڑھانے کے لئے جنگل میں جھونپڑی بنا کر بیٹھ جائے اور دل میں اللہ تعالٰے سے یہ پختہ عہد کرے - کہ اے اللہ میں سب انسانوں سے اپنے دل کی آرزوں کو ہٹا کر فقط تیرے دروازہ کا محتاج ہو کر تیرے قرآن مجید کی خدمت کرونگا - ممکن ہے - بلکہ اغلب ہے - کہ اللہ تعالٰے اپنے قاعدہ کے مطابق پہلے اسے آزمائیں گے - باوجود قرآن مجید کی خدمت کرنے کے ممکن ہے - کہ فاقے بھی آئیں - تن ڈھکنے کے لئے کپڑا بھی میسر نہ آئے اور دھجیاں لگا کر نماز ادا کرنی پڑے - بیمار ہو - تو دوائی کے لئے ایک پیسہ بھی پاس نہ ہو - اعلان شاہنشاہی (وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ ۗ وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ) سورۃ البقرہ پارہ ۲ رکوع ۳ ترجمہ اور ہم کسی قدر خوف اور بھوک اور مال اور جانوں اور میووں کے نقصان سے تمہاری آزمائش کریں گے - تو صبر کرنے والوں کو (خدا کی خوشنودی کی) بشارت سنادو

امتحان میں کامیاب ہونے کے بعد

اگر وہ شخص ثابت قدم رہا - اور مایوس ہو کر قرآن مجید کی خدمت کو نہ چھوڑا - تو انشاء اللہ تعالٰے امتحان میں کامیاب ہونے کے بعد رزق کی فراوانی کا دور آئے گا - کہ اس شخص کی قرآن مجید کی خدمت کی برکت سے چاروں طرف سے اس کے پاس رزق آئیگا - اللہ تعالٰے راضی ہو جائے گا - اور کسی انسان کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلانا پڑے گا - ایسے ہی انسانوں کے حق میں ہے - (يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن تَنصُرُوا اللَّهَ يَنصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ أَقْدَامَكُمْ) سورۃ محمد رکوع ۱ پارہ ۲۶ ترجمہ اے ایمان والو - اگر تم اللہ (کے دین) کی مدد کروگے - تو وہ بھی تمہاری مدد کرے گا - اور تمہیں ثابت قدم رکھے گا - لہذا یہ کامیابی رحمۃ للعالمین کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی رحمت والی کتاب مبارک کی برکت سے ہوگی

رحمۃ للعالمین کی طرف سے رحمۃ کی تعلیم

عن عبداللہ بن عمروؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - الراحمون یرحمہم الرحمٰن ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء رواہ ابوداؤد والترمذی - ترجمہ عبداللہ بن عمر سے روایت ہے - کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے - جو زمین میں ہیں - ان پر تم رحم کرو جو (اللہ تعالٰے) آسمانوں پر ہے - وہ تم پر رحم کرے گا

زمانہ جاہلیت میں دختر کشی

"اور مدعیان شرافت بڑی دلیری اور فخر سے اپنی بیٹیوں کو زندہ زمین میں گاڑ دیا کرتے تھے" منقول از رحمۃ للعالمین جلد اول ص ۳۰

لڑکیوں پر شفقت کرنے کی تعلیم اور اس کی جزا

عن عائشہؓ قالت جاءتنی امرأۃ ومعہا ابنتان لہا تسألنی فلم تجد عندی غیر تمرۃ واحدۃ فاعطیتہا ایاہا فقسمتہا بین ابنتیہا ولم تاکل منہا ثم قامت فخرجت فدخل النبی صلی اللہ علیہ وسلم فحدثتہ فقال من ابتلی من ہذہ البنات بشیء فاحسن الیہن کن لہ سترا من النار - متفق علیہ ترجمہ عائشہؓ سے روایت ہے - کہا میرے پاس ایک عورت آئی اور اس کے ساتھ اس کی دو لڑکیاں بھی تھیں مجھ سے اس نے سوال کیا - اس نے میرے پاس سوائے ایک کھجور کے کچھ نہ پایا - پھر میں نے اسے وہی دیدی - پھر اس نے اس کھجور کو دونوں لڑکیوں میں تقسیم کردیا - اور خود نہ کھائی - پھر کھڑی ہوئی - پھر چلی گئی - پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم آئے - پھر میں نے آپ کو یہ واقعہ ذکر کیا - پھر آپ نے فرمایا - جس شخص کو ان لڑکیوں کے ذریعہ سے آزمائش میں ڈالا گیا - پھر اس نے ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا - وہ لڑکیاں اس کے لئے دوزخ کے آگے پردہ بن جائیں گی -

عبرت

عرب کے دولت منداور شرفاء جن لڑکیوں کے وجود کو اپنے لئے باعث ننگ وعار خیال کرکے انہیں زندہ دفن کرتے تھے۔ رحمۃ للعالمین نے ان کی عمدہ خدمت کرنے والوں کو دوزخ سے آزادی کا اعلان فرمایا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

عن انس قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من عال جاریتین حتی تبلغا جاء یوم القیمۃ انا وھو ھکذا وضم اصابعہ (رواہ مسلم)

ترجمہ انس سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جس شخص نے دو لڑکیوں کی تربیت کی یہاں تک کہ وہ بالغ ہوگئیں۔ قیامت کے دن وہ آئیگا میں اور وہ اس طرح ہوں گے۔ اور آپ نے اپنی انگلیوں کو ملایا۔

ببین تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

جنہیں آپ کی بعثت سے پہلے قتل کرنا باعث عزت سمجھا جاتا تھا۔ اب انہیں کی پرورش کرنے سے رحمۃ للعالمین علیہ الصلوۃ والسلام کی معیت کا شرف حاصل ہورہا ہے

قبل از بعثت یتیموں کی حق تلفی

وَاٰتُوا الْیَتٰمٰٓی اَمْوَالَھُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِیْثَ بِالطَّیِّبِ وَلَا تَاْکُلُوْٓا اَمْوَالَھُمْ اِلٰٓی اَمْوَالِکُمْ اِنَّہٗ کَانَ حُوْبًا کَبِیْرًا وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِی الْیَتٰمٰی فَانْکِحُوْا مَا طَابَ لَکُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰی وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ الآیۃ سورۃ النساء رکوع ۲۰ پارہ ۴ اور یتیموں کو ان کا مال دیدو۔ اور نہ بدل لو برے مال کو اچھے مال سے اور ان کے مال اپنے مالوں کے ساتھ نہ کھاؤ۔ یہ بڑا وبال ہے۔ اور اگر ڈرو۔ کہ یتیم لڑکیوں کے حق میں انصاف نہ کرسکوگے۔ تو نکاح کرلو۔ اور عورتیں جو تم کو پسند آئیں۔ دو دو تین تین چار چار۔

حاشیہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ

یعنی یتیم بچے جن کا کہ باپ مرگیا ہو۔ ان کے متعلق ان کے ولی اور سرپرست کو یہ حکم ہے۔ کہ جب وہ بالغ ہوجائیں۔ تو ان کا مال ان کے سپرد کردے۔ اور زمانہ تولیت میں یتیموں کی کسی اچھی چیز کو لے کر اس کے معاوضہ میں بری اور گھٹیا چیز ان کے مال میں شامل نہ کردے۔ اور ان کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملاکر نہ کھاوے۔ مثلاً ولی کو اجازت ہے۔ کہ اپنا اور یتیم کا کھانا مشترک اور شامل رکھے۔ مگر یہ ضرور ہے۔ کہ یتیم کا نقصان نہ ہونے پائے۔ یہ نہ ہو۔ کہ اس شرکت کے بہانے سے یتیم کا مال کھاجاوے۔ اور اپنا نفع کرے۔ کیونکہ یتیم کا مال کھانا سخت گناہ ہے۔ احکام متعلقہ اموال یتیموں کے حکم کو شاید اس لئے مقدم بیان فرمایا کہ یتیم اپنی بے سروسامانی اور مجبوری اور بیچارگی اور بے کسی کے باعث رعایت و حفاظت وشفقت کا نہایت محتاج ہے اور اسی اہتمام کی وجہ سے۔ تبدیل اور شرکت کے نقصان کی بھی کھول کر ممانعت فرمادی۔ اور آئندہ متعدد آیات میں بھی یتیموں کے متعلق چند احکام ارشاد ہوئے جن سے اہتمام مذکور ظاہر وباہر معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ تمام احکام اور تاکیدات جملہ یتیموں کے حق میں ہیں۔ البتہ وہ یتیم جو قرابت دار ہیں۔ ان کے بارہ میں تاکید میں زیادہ شدت ہوگی۔ اور وہی شان نزول اور سبب ربط بین الایات ہیں اور عادت اور عرف کے بھی موافق ہیں۔ کیونکہ یتیم بچہ کا ولی اکثر اس کا کوئی قریب ہی ہوتا ہے۔ احادیث صحیحہ میں منقول ہے۔ کہ یتیم لڑکیاں جو اپنے ولی کی تربیت میں ہوتی تھیں۔ اور وہ لڑکی اس ولی کے مال اور باغ میں بوجہ قرابت باہمی شریک ہوتی۔ تو اب دو صورتیں پیش آتیں۔ کبھی تو یہ ہوتا۔ کہ ولی کو اس کا جمال اور مال دونوں مرغوب ہوتے۔ تو وہ ولی اس سے تھوڑے سے مہر پر نکاح کرلیتا۔ کیونکہ دوسرا شخص اس لڑکی کا حق مانگنے والا تو کوئی ہے ہی نہیں۔ اور کبھی یہ ہوتا۔ کہ یتیم لڑکی کی صورت تو مرغوب نہ ہوتی۔ مگر ولی یہ خیال کرتا کہ دوسرے سے نکاح کردوں گا۔ تو لڑکی کا مال میرے قبضہ سے نکل جائے گا۔ اور میرے مال میں دوسرا شریک ہوجائیگا۔ اس مصلحت سے نکاح تو جوں توں کرلیتا۔ مگر منکوحہ سے کچھ رغبت نہ رکھتا۔ اس پر یہ آیت اتری۔ اور اولیاء کو ارشاد ہوا۔ کہ اگر تم کو اس بات کا ڈر ہے۔ کہ تم یتیم لڑکیوں کی بابت انصاف نہ کرسکوگے۔ اور ان کے مہر اور ان کے ساتھ حسن معاشرت میں تم سے کوتاہی ہوگی۔ تو ان سے نکاح مت کرو۔ بلکہ اور عورتیں جو تم کو مرغوب ہوں۔ ان سے ایک سے چھوڑ چار تک کی تم کو اجازت ہے۔ قاعدہ شریعت کے مطابق ان سے نکاح کرلو۔

حاصل

یہ نکلا۔ کہ اللہ تعالےٰ نے رحمۃ للعالمین کی برکت سے یتیم لڑکیوں کو ظالم وارثوں کے پنجہ سے نجات دلائی۔ کہ اگر ان سے دلی رغبت نہیں ہے۔ تو محض ان کے مال پر قابض رہنے کے خیال سے ان کے ساتھ نکاح مت کرو۔

احکام شرعیہ کی بناء ہی رحمت پر ہے

اگر غور سے دیکھا جائے۔ تو رحمۃ للعالمین کی ساری شریعت ہی رحمۃ اور شفقت پر مبنی ہے

۱ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم ہے کہ مشرک کو ہرگز نہیں بخشا جائے گا۔ لہذا امام الانبیاء کی شریعت میں شرک کو حرام کردیا گیا۔

۲۔ رحمۃ للعالمین کو معلوم ہے۔ کہ کافر کو قیامت کے دن ہرگز نہیں بخشا جائے گا۔ اس لئے آپ کی شریعت میں کفر کو حرام قرار دیا گیا

۳۔ رحمۃ للعالمین کو معلوم ہے۔ کہ نفاق اعتقادی کے منافق کو ہرگز نہیں بخشا جائے گا۔ لہذا آپ کی شریعت میں نفاق اعتقادی کو حرام قرار دیا گیا۔

۴۔ رحمۃ للعالمین کو معلوم ہے۔ کہ زانی دوزخ میں جائیگا۔ لہذا آپ کی شریعت میں زنا حرام قرار دیا گیا۔

علیٰ ہذا القیاس

رحمۃ للعالمین کی شریعت میں ہر وہ چیز ممنوع قرار دی گئی ہے۔ جس کے کرنے سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوجاتا ہے۔ یہ ضابطہ اور قانون رحمۃ للعالمین کی رحمۃ عامہ اور تامہ کی بناء پر ہی ہے۔ تاکہ آپ کی امت دربار الہٰی میں سرخرو ہوکر جائے

اوامر کی روح

رحمۃ للعالمین کی شریعت میں جن کاموں کے کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ ان میں بھی دراصل رحمۃ للعالمین کی رحمت ہی تقاضا کررہی ہے کہ اللہ تعالےٰ کے بندے یہ کام کریں۔ تاکہ اللہ تعالےٰ ان سے راضی ہوجائے۔

۱۔ مثلاً کلمہ توحید کا اقرار اس لئے شریعت میں ضروری قرار دیا گیا ہے۔ کہ اس کے سوا اللہ تعالےٰ کا راضی ہونا ناممکن ہے

۲۔ پنجوقتہ نماز کی پابندی میں بھی یہی حکمت ہے۔ کہ جب تک انسان اپنی بندگی کا عملی ثبوت نہ دے۔ اللہ تعالےٰ فقط زبانی جمع خرچ کرنے سے راضی نہیں ہوسکتا۔ یہ تعلیم و تلقین بھی دراصل رحمۃ للعالمین کی رحمت کا تقاضا ہے

۳۔ مسلمان کے ذمہ اگر صاحب نصاب ہو تو زکوۃ لازمی قرار دی گئی ہے۔ اس حکم میں بھی دراصل سراسر رحمت ملحوظ رکھی گئی ہے۔ تاکہ انسان اپنے مال کا کچھ حصہ اللہ تعالےٰ کی راہ میں خرچ کردے۔ اور اللہ تعالےٰ اس سے راضی ہوجائے

۴۔ رحمۃ للعالمین کی شریعت میں ماہ رمضان مبارک کے روزے ایک لازمی چیز ہیں۔ اس میں بھی رحمت اور شفقت کا ہی پہلو ہے۔ تاکہ انسان یہ ثابت کردے۔ کہ اے اللہ مجھے تمام خواہشات نفسانی سے تیری رضا زیادہ محبوب اور مقصود ہے۔

۵۔ رحمۃ للعالمین کی شریعت میں صاحب توفیق پر حج فرض قرار دیا گیا ہے۔ اس میں رحمت

(بقیہ خطبہ جمعہ صفحہ ۶ سے آگے)

شفقت کا پہلو ہی نظر ہے۔ اگر خانہ کعبہ کی زیارت سے ساری عمر کے گناہ معاف ہو جائیں - یہ تو بڑا ہی سستا سودا ہے۔

۶ - رحمۃ للعالمین کی شریعت میں زنا کے حرام کرنے میں بھی رحمت اور شفقت کا پہلو مدنظر ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زانی مرد اور زانی عورتوں کو دوزخ میں جلتے ہوئے دیکھ کر آئے ہیں۔ لہذا اپنی امت کو دوزخ کی آگ سے بچانا چاہتے ہیں۔

مشتے نمونہ از خروارے

میرا نظریہ یہ ہے - کہ رحمۃ للعالمین کی ساری شریعت جس کا متن قرآن مجید ہے - اور شرح حدیث رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے۔ اس کے تمام احکام میں خواہ اوامر ہوں ۔۔ یا نواہی ہوں - فقط رحمت اور شفقت ہی پیش نظر ہے - جو لوگ ان احکام کی تعمیل کریں گے - ان پر دنیا اور آخرۃ میں اللہ تعالیٰ کی رحمت اور شفقت ہوگی - جو لوگ ان احکام کی مخالفت کریں گے - ان کی دنیا اور آخرۃ دونوں برباد ہونگی - وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى الآیۃ - وما علینا الا البلاغ

کرتے تھے) اب دیکھئے کس طرح والدین کی خشم آلود نگاہیں محبت و عفو سے چمک اٹھتی ہیں۔ اور وہ تمہیں اپنے بوڑھے ہاتھوں سے اپنے سینے سے چمٹانے کے لئے بیتاب ہوتے ہیں۔

زہے قسمت! ارشاد نبوی ہے "جنت ماں کے قدموں تلے ہے" "ماؤں کی نافرمانی تم پر حرام ہے"

دوسری جگہ ارشاد فرمایا "باپ کی ناراضگی خدا کی ناراضگی ہوتی ہے"

اب آخری آیت میں انسان ضعیف البنیان کی کمزوری و ناتوانی پر رحم کھا کر پروردگار عالم نے فرمایا:- رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۚ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا (تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے دلوں میں ہے - اگر تم نیک ہوگے تو وہ رجوع کرنے والوں کو بخشنے والا ہے) مراد یہ ہے کہ اگر مدت حیات میں تم سے کوئی غلطی ہو جائے - تو پھر تمہارے دلوں کا امتحان لیا جائے گا۔ اگر ان میں ندامت اور اپنے کئے پر شرمندگی کے احساسات پائے گئے تو تم کو معاف کیا جائے گا۔

مُحسنۂ کائنات

(۵)

از ماسٹر لال دین صاحب اخگر

کاش ہم اپنے آپ کو قرآن پاک کے حوالے کر دیں، کاش ہم اپنی معاشرتی اور تمدنی زندگی کو کلام الٰہی اور ارشاد نبوی کے آئینے میں دیکھیں۔ محولہ بالا آیات کے آگے احکام ایزد متعال پر نظر ڈالیئے ارشاد ہوتا ہے :- وَاِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا ط قرآن مجید کی نفسیاتی بلندی پر غور فرمایئے۔ اب حیات دنیوی میں ایک ایسا موقع آتا ہے کہ جو نوجوان مسلمان کے لئے ہر قدم پر ایک صبر آزما امتحان پیش کرتا ہے۔ اس کے والدین کی تمام قوتوں میں خدمت شبانہ روز کی وجہ سے ضعف آ چکا ہے چہروں کا جوبن جھریوں کی نذر ہو چکا ہے، کمریں جھک گئی ہیں۔ ہاتھ پاؤں میں طاقت کی جگہ نقاہت کا عمل جاری ہو گیا۔ بینائی، شنوائی اور دیگر قوائے جسمانی مضمحل ہو گئے ہیں۔ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۭ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ ط اور جس کو ہم سن کہولت تک پہنچاتے ہیں۔ اُس کی تخلیق میں آثار تخریب و ریخت شروع کر دیتے ہیں۔ کیا وہ سمجھتے نہیں ہیں؟ عقل و خرد رو بہ جہالت ہے۔ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْئًا ط اور تم سے جس کو بڑھاپے سے واسطہ پڑتا ہے وہ جوانی کی سمجھی ہوئی چیزوں میں بھی قصور کرنے لگ جاتا ہے۔ یہ عالم کہولت ہے - یہ جسمانی طاقتوں کے انحطاط و زوال کا زمانہ ہے۔ اب ارادوں میں پستی پیدا ہو چکی ہے اب ہر عزم کی تکمیل کا دار و مدار جوان اولاد کی ہمتوں سے وابستہ ہے۔ ماں کے ہاتھ میں ایک لاٹھی ہے اور باپ کے ہاتھ میں بھی ایک عصا پکڑا ہوا ہے انہی کے سہارے اس گھر کے بوڑھے خادم چلتے پھرتے ہیں۔ اس وقت آسمان والا اس ضعیف و ناتوان جوڑے کی حفاظت کے لئے پیغام رحمت بھیجتا ہے۔ کہ اے نوجوان اگر تیرے والدین میں سے ایک یا دونوں تیری پُرشباب زندگی میں بوڑھے ہو جائیں اور اپنے قوت بازو سے کمانے کے قابل نہ ہیں اور اس وقت گھر میں تیری بیوی اور اولاد صاحب اختیار ہوں تو ایسے موقع پر اگر کسی معاملے میں بحث و تمحیص کی نوبت آئے اور تمہارے والدین کی رائے تم سے مختلف ہو تو سن لو رکھیں دوران گفتگو میں والدین کے حق میں تمہارے منہ سے اُف کا لفظ بھی نہ نکلے کیونکہ یہ ارتکاب گناہ ہے اور پھر ان کو جھڑک کر ان کی دل شکنی کرنا تو جرم سنگین ہے۔ جس کی پاداش بڑی سخت ہوگی۔

لہذا محتاط رہیئے یہ وقت امتحان ہے - اس وقت ضبط نفس سے کام لینا خدا تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہوگا اور اظہار ناراضگی میں کلمہ اُف بھی خدائے قہار کے غضب کو چھیڑے گا۔ تیری فلاح اسی میں ہے کہ اس وقت تیری گردن ماں باپ کے بار احسان سے جھک جائے تیری بیوی کی زبان پر بھی مہر سکوت ہو، تیری اولاد بھی سہمی ہوئی بیٹھی ہو، اور تو اگر کبھی بولنے کی جرأت کرے تو وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ط تو تیرا اسلوب گفتگو اس قدر خاکسارانہ اور عجز و التجا کا آئینہ دار ہو کہ ایسا معلوم کرے کہ کوئی قصور وار غلام اپنے غضبناک آقائے نعمت سے ہمکلام ہے۔ ہاں ہاں تیرے والدین اُس وقت محسوس کرنے لگیں کہ ہم اس گھر میں حکمران ہیں۔ اور باقی سب افراد خانہ ہمارے نمک حلال مخلص اور احسان مند رعایا ہے۔

نوجوانان اسلام! یہ شکست ہزاروں کامرانیاں کو اپنے دامن میں چھپائے ہوئے ہے۔ دیکھیئے قرآن حکیم کا ارشاد کیا حکم رکھتا ہے - وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ - یہ آفتاب ارجمندی کے انوار ہیں جو تمہارے قلب کو منور کرنے کیلئے بھیجے گئے ہیں۔ والدین کے سامنے نہایت انکساری سے جھک جاؤ اور اگر وہ اپنی کم فہمی یا تیرگی طبع کے سبب تمہاری تذلیل کے درپے ہو جائیں تو پھر بھی مت بھیجئے اسلام کا یہی فیصلہ ہے کہ تم ان کو سرکشی اور حریفانہ انداز میں مغلوب کرنے کی کوشش نہ کرو بلکہ اُن کے سامنے یوں ذلیل ہو جاؤ کہ اُن کو اپنی فتح کا یقین ہو جائے۔ حتیٰ کہ وہ تمہاری عاجزانہ حرکات کو دیکھ کر شفقت و رافت پر اتر آئیں۔ پھر دیکھیئے - کہ تمہاری اس فرمانبرداری اور قوت برداشت سے گھر میں کس طرح سے فردوسی فضا پیدا ہوتی ہے۔ ماں باپ کی طبعی شفقت کبھی انتقام سے نہیں بدلتی۔ بلکہ زیادہ سے زیادہ تادیب کی حد تک ہی رہتی ہے۔ اب تمہاری تھوڑی سی ذلت کے بعد اُن کے دل میں تمہارے لئے عفو و درگزر کا ایک دریا ٹھاٹھیں مارنے لگتا ہے اور یہی وقت ہے جب بشر متخلق باخلاق اللہ نظر آتا ہے۔ والدین اب تمہارے لئے مہربان ہو گئے ہیں۔ ڈاکٹر مرحوم فرماتے ہیں -

موتی سمجھ کے شان کریمی نے چن لئے
قطرے جو تھے میرے عرق انفعال کے

اللہ تعالیٰ اب تم کو ملائکہ عظام سے بھی بلند مقام عطا کرنے والے ہیں۔ دراصل ندامت سے آنسو بہانا انسانی تاریخ میں ہمیشہ تقرب الٰہی پر منتج ہوتا رہا ہے۔ لہذا اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے ہمیں ترغیب دلائی ہے کہ ایسے موقعہ پر اپنی خطاؤں پر ندامت سے روتے ہوئے زبان قال سے ہمارے حضور میں والدین کے حق میں دعا کرو۔ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا - اے خدا ان دونوں پر اس طرح رحم فرمایئے جیسے انہوں نے مجھے بچپن میں پالا۔

(بقیہ صفحہ ۱۰ میں)

حکایات الصالحین

امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ

از: جناب عبدالرحمٰن خالد صاحب نومسلم عثمانیہ کالج پشاور

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

آپ کا اسم گرامی و کنیت

آپ کا اسم گرامی نعمان اور کنیت ابو حنیفہ لیکن کنیت حقیقی نہیں۔ اس لئے کہ آپ کے فرزندوں میں سے کسی کا نام بھی حنیفہ نہ تھا۔ یہ کنیت محض وصفی ہے، جو آپ نے ملت حنیف کے انتساب کی وجہ سے قرآنی آیت وَاتَّبِعُوْا مِلَّۃَ اِبْرَاہِیْمَ حَنِیْفًا کی بنا پہ اختیار کی تھی۔ لقب امام اعظمؒ تھا۔

تاریخ پیدائش

آپ عجمی النسل ہیں اور ۸۰ھ میں عبدالملک بن مروان بن الحکم کے عہد میں کوفہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا زوطی خلیفہ چہارم حضرت علیؓ کے عہد خلافت میں مشرف بہ اسلام ہوئے اور آپ کے والد ماجد کا اسم گرامی ثابت تھا آپ کے والد محترم کا ذریعۂ معاش صرف تجارت ہی تھا اور وہ کوفہ میں کاروبار کیا کرتے تھے۔ ثابت جب ۴۰ سال کے ہوئے تو ان کے ہاں وہ فرزند جلیل پیدا ہوا جس کی عظمت و بزرگی کی داستانوں سے گنبد فلک تا قیامت گونجتا رہے گا۔ اور جو علم و فضل کا آفتاب ہوا۔

آپ کے ایام ولادت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی اصحاب زندہ تھے۔ مثلاً حضرت انسؓ بن مالکؓ بصرہ میں عبداللہ بن ابی اوفیٰ کوفہ میں سہل بن سعد ساعدی مدینہ طیبہ میں، اور ابو الطفیل عامر بن واثلہ مکہ معظمہ میں رہتے تھے۔ لیکن آپ نے ان سے کوئی روایت بیان نہیں کی کیونکہ ابتدائی عمر میں آپ اپنے آبائی پیشہ بزازی کی تجارت میں مصروف تھے۔ اس لئے بعض علماء نے آپ کو تابعی اور بعض نے تبع تابعی شمار کیا ہے۔

آپ کی تعلیم

زمانہ کی پُر آشوبی اور اضطراب افزائی کی بناء پر آپ ۹۶ھ تک تحصیل علم کی طرف قطعی متوجہ نہ ہو سکے اور پندرہ برس کی عمر تک صرف اپنے آبائی پیشہ کی طرف متوجہ رہے دنیا کو کیا خبر تھی کہ یہ لڑکا امام زمانہ بنے گا اور ایک دنیا اس سے روشنی حاصل کرے گی۔ امام شعبیؒ نے آپ کو تعلیم کی طرف توجہ دلائی۔ آپ کے اندر فطری سعادت تھی۔ عزم و ہمت کے فضائل سے آراستہ تھے۔ ذہانت و جودت طبع موجود تھی۔ اللہ کا فضل شامل حال تھا۔ پہلے پہل آپ کی توجہ علم کلام کی تحصیل کی طرف مرکوز ہوئیں۔ مگر پھر آپ نے فقہ کو خاص فن کی حیثیت سے سیکھنا شروع کیا۔ اوّل اوّل تو آپ دوسرے مدارس اور علماء کے درس میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔ اس کے بعد آپ امام حماد بن ابی سلیمان حلقۂ درس میں شامل ہو گئے۔ فقہ تو وہاں سے سیکھی اور حدیث نبوی عطا بن رباح، ابو اسحٰق سبیعی، محارب بن دثار، ہشیم بن حبیب صراف محمد بن منکدر اور نافع مولائے ابن عمرؓ ہشام بن عروہ اور سماک بن حرب سے سماعت کی۔ دس برس آپ نے امام حماد سے فقہ پڑھی اور یہاں سے پورے فقیہہ ہو کر نکلے حماد آپ کی ذہانت طبع کے معترف تھے اور آپ کو حماد سے بے حد محبت تھی۔ حدیث میں آپ نے بزرگان کثیر سے استفادہ کیا۔ علاوہ کوفہ کے بصرہ، مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ ہر جگہ گئے۔ آپ نے چار ہزار بزرگوں سے احادیث روایت کی ہیں۔ سالم بن عبداللہ حضرت فاروق اعظمؓ کے پوتے تھے سلیمان حضرت ام المومنین میمونہؓ کے غلام تھے آپ نے ان سے احادیث مدینہ منورہ میں پڑھی۔

حضرت امام زہریؒ فرمایا کرتے تھے کہ عراق، عرب اور شام میں صرف چار ایسی شخصیتیں ہیں جو اپنا ثانی نہیں رکھتیں ان میں ایک امام شعبیؒ تھے جو کوفہ میں تھے۔ شام میں حضرت مکحول، بصرہ میں حضرت حسن بصری اور مدینہ منورہ میں سعید ابن المسیب۔

آپ علمی مجلس میں بڑے ذوق و شوق کے ساتھ شریک ہوتے تھے۔ آخر وہ وقت بھی آگیا کہ آپ آسمان شہرت کے آفتاب بن گئے۔

آپ سے بہت لوگوں نے فیض علم حاصل کیا اور آپ کے شاگرد امامت کے بلند رتبوں تک پہنچے چنانچہ ان میں سے جلیل الشان امام ابو یوسفؒ قاضی القضاۃ اور امام محمدؒ، امام عبداللہ بن مبارک اور زفرؒ وغیرہم ہیں جو آپ کے علمی کمالات کے نمونے ہیں۔ آپ نے آسمان شہرت کے آفتاب بن گئے۔ علم و فضل میں آپ کو شرف یکتائی حاصل ہو گیا۔

تمام اساتذہ آپ کا اس قدر ادب و احترام کرتے تھے کہ دیکھنے والے انگشت بدنداں رہ جاتے تھے۔ امام اوزاعی آپ کی تقریر سے متحیر ہو گئے۔

آپ کا حلیہ اور سیرت

آپ کا قد درازی نما درمیانہ تھا۔ اور ظاہری باطنی خوبیوں سے آراستہ، آپ بہت خوبصورت، نیک سیرت، خوش مزاج، شیریں زبان تھے اور آپ کی آواز بلند تھی، تقریر کے وقت آپ پر مضامین کا ایسا دروازہ کھل جاتا جیسے کوئی آب رواں ہوتا ہے۔ آپ بہت فراخ حوصلہ تھے اور خویش و اقارب اور مساکین و فقراء سے بہت احسان و سلوک کرتے تھے۔

آپ بہت عابد اور زاہد متقی اور متورع تھے آپ کے دل میں نہایت درجہ کا خوف الٰہی تھا۔ جناب باری میں تضرع و زاری کرتے اور بہت کم بولتے تھے۔ جعفر بن ربیع کہتے ہیں کہ میں آپ کی صحبت میں پانچ سال تک رہا۔ کسی شخص کو آپ سے زیادہ خاموش نہ پایا۔ آپ کے اخلاق بہت وسیع اور عادات بہت پسندیدہ اور طبیعت نہایت سلیم تھی چنانچہ عبداللہ بن مبارک جو آپ کے لائق شاگردوں میں سے تھے، کہتے ہیں، کہ میں نے سفیان ثوری سے کہا کہ امام ابو حنیفہؒ غیبت و بدگوئی سے کس قدر دور ہیں میں نے آپ کو کبھی کسی دشمن کی بھی غیبت کرتے نہیں سنا۔ حضرت سفیانؒ نے جواب دیا کہ ابو حنیفہؒ بہت دانا شخص ہے۔ اپنی نیکیوں پہ کسی کو مسلط کر کے ان کو اکارت نہیں کرواتے۔ آپ کا دماغ فقہی مسائل کے استخراج اور اصول کے مقرر کرنے کے نہایت مناسب تھا۔ اور آپ کی قوت استدلال نہایت زبردست تھی۔ چنانچہ امام شافعی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ جس کسی کو علم فقہ میں تبحر منظور ہے وہ امام ابو حنیفہؒ کا خوشہ چیں اور محتاج ہے۔ اسی طرح آپ کا تقویٰ و طہارت بھی علماء میں مسلّم ہے۔ چنانچہ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کو برائی سے یاد نہ کرو اور جو کوئی اُن کے حق میں بدگوئی کا کوئی حرف کہے اس کی تصدیق نہ کرو، کیونکہ بخدا میں نے ان سے بڑھ کر افضل، پرہیزگار اور فقیہہ نہیں دیکھا۔

اسی طرح آپ کی تعریف اور آپ کے کمالات امامت کے تسلیم میں ہر زمانے کے کامل اور فاضل متفق اللسان ہیں اور آپ کے تقویٰ۔ دیانت اور انکساری پر کبھی بھی کسی نے حرف نہیں رکھا۔

دربار میں امام صاحبؒ کی بیباکانہ گفتگو

خلیفہ ابو جعفر آپ کو کوفہ سے بغداد لے گیا، تاکہ آپ کو

اُس جگہ قاضی بنائے۔ آپ نے قاضی بننے سے انکار کیا۔ اور خلیفہ کی سفارش کو قبول نہ کرنے پر قسم کھالی۔ آپ انکار پر قائم رہے۔ اور کہا کہ میں قضاء کے لائق نہیں ہوں۔ ربیع بن یونس حاجب نے اشارہ کیا کہ آپ دیکھتے نہیں کہ امیر المومنین نے قسم کھالی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ امیر المومنین اپنی قسم توڑ کر کفارہ دینے کا مجھ سے زیادہ مقدور رکھتا ہے۔ اس پر خلیفہ نے جھنجھلا کر آپ کو قید کر دیا مگر آپ پھر بھی اپنے مقتدا حضرت یوسفؑ کی طرح "رَبِّ السِّجْنُ أَحَبُّ إِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِي إِلَيْهِ" (اے پروردگار۔ جس کام کی طرف مجھے بلایا جاتا ہے مجھے اُس سے قید بہتر ہے) کا نمونہ بنے رہے۔ اور بے چھری ذبح ہونا گوارا نہ کیا۔ ربیع مذکور کہتا ہے کہ میں نے خلیفہ منصور کو امام ابوحنیفہ سے قضاء کے بارے میں جھگڑا کرتے دیکھا ہے۔ امام صاحبؒ فرماتے تھے کہ اللہ سے ڈر۔ یہ امانت تو کسی ایسے شخص کے حوالے کیجئے جو خوفِ خدا رکھتا ہو۔ اللہ کی قسم میں تو ایسا نہیں ہوں کہ رضا و خوشی کی حالت میں بھی نفس کی شرارت سے بچ سکوں۔ تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ غضب و غصہ کی حالت میں نفس کی بدی سے بچ سکوں اور اگر تو مجھ کو دریائے فرات میں غرق کر دینے کے ڈر سے والئے حکومت بننے پر مجبور کرے تو میں ضرور بالضرور دریا میں غرق ہونے کو اختیار کر لوں گا۔ مگر بغیر چھری ذبح ہونے کو پسند نہ کروں گا۔ اور تیرے حاشیہ آراؤں میں بہت ایسے لوگ ہیں جو اس عزت کے محتاج ہیں۔ بس انہی کو سرافرازی بخش۔ میں تو اس کے لائق ہی نہیں ہوں خلیفہ نے جوش میں آ کر کہا کہ آپ جھوٹ کہتے ہیں۔ آپ ضرور اس کام کے لائق ہیں۔ آپ نے نہایت متانت سے جواب دیا فَقَدْ حَكَمْتَ لِي عَلَى نَفْسِكَ بس آپ نے خود میرے حق میں فیصلہ کر دیا۔ اب آپ کو جائز نہیں کہ کسی کذاب کو والئے قضاء بنائیں۔

آپ کو قضاء کا عہدہ پیش کیا گیا

اسی طرح بنی امیہ کے آخری بادشاہ مروان بن محمد کے عہد میں یزید بن عمر بن ہبیرہ فزاری حاکم عراقین نے آپ کو کوفہ کی قضاء کے لئے کہا۔ مگر آپ نے انکار ہی کیا۔ یزید نے اس پاک امام کو ہر روز دس کوڑے کے حساب سے ایک سو دس کوڑے لگوائے۔ مگر آپ اپنی بات پر قائم رہے۔ اور بغیر چھری گلا نہ کٹوایا۔ بعض لوگ امام صاحبؒ کے اس انکار کی حقیقت کو نہ سمجھ کر یہ کہا کرتے ہیں۔ کہ فصلِ خصومات تو ایک شریف کام ہے آپ نے منظور کیوں نہ کیا۔ اگرچہ ایسے لوگوں کے جواب میں صرف اتنا ہی کہہ دینا ہی کافی ہے۔

تفاوت است میانِ شنیدنِ من و تو
تو بندِ در و من فتحِ باب می شنوم

مگر قارئین کی توجہ اس امام ہمام برگزیدۂ رب انام کے تقویٰ اور انکساری کی طرف پھیرنے کے لئے ہم اتنا اور بھی لکھتے ہیں کہ بیشک لوگوں کے معاملات کا فیصلہ کرنا عمدہ وصف ہے۔ مگر اس کے لئے عدل شرط ہے اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ عدل کرنا بہت مشکل بلکہ ناممکن ہے۔ کیونکہ آدمی کا دل صرف ایک ہے۔ اور اس چھوٹے سے پارۂ گوشت کو کبھی دشمن سے پالا پڑتا ہے۔ اور کبھی دوست سے رفاقت کرنی پڑتی ہے کبھی اس پر غصہ کی کیفیت طاری ہوتی ہے اور کبھی خوشی و رضا اس میں گھر کرتی ہے کبھی اس پر غفلت چھا جاتی ہے اور کبھی دیگر عوارض سے اس پر گرانباری ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں انسان کے متعلق خدائے برحق کے بھی حقوق ہیں سوا اس کے اپنے نفس کے بھی۔ کہیں بیوی بچوں کے بکھیڑوں میں پھنسا ہوا ہے۔ کہیں اور دھندوں میں لگا پڑا ہے۔ قاضی و حاکم بننے کے علاوہ بھی تو دیگر لوگوں کے کئی حقوق اس کے متعلق ہیں۔ پھر ایسے گورکھ دھندوں سے نجات پانا اور غصہ و خوشی، غم و غفلت اور بیفکری کے عالم میں دوست دشمن میں حق حق فیصلہ کر کے عدل کو قائم رکھنا ہر ایک جوانمرد کا کام نہیں۔

ہر کسے را بہر کارے ساختند

مشہور و مسلم مصرعہ ہے۔

حضرت امام صاحب معاملہ قضاء کے مشکلات اور دینی و دنیوی ذمہ داریوں کو خوب جانتے تھے۔ اور حدیث نبوی مَنْ وُلِّيَ الْقَضَاءَ فَقَدْ ذُبِحَ مِنْ غَيْرِ سِكِّيْنٍ اَوْكَمَا قَالَ۔ ادھر موجودہ الوقت قاضیوں اور حاکموں کے حالات بھی پیشِ نظر تھے اور ادھر انسانی کمزوری سے عدل قائم نہ رکھ سکنے کے اندیشہ پر عاقبت کے اندیشہ پر عاقبت کا خوف اور اپنی عزیز جان کو عذاب دوزخ سے بچانا بھی منظور تھا اسی لئے تو دنیا کی سخت سزائیں برداشت کیں۔ اور جن لوگوں کی نظروں میں آپ معزز اور قضاء کے لائق تھے۔ انہی کے ہاتھ سے کوڑوں کی سخت سزائیں سہیں۔ یہ واقعہ امام صاحبؒ کے کمال درجہ کے تقویٰ اور فروتنی کی دلیل ہے۔ جو حاسدوں کی آنکھ میں محلِ طعن ہو رہا ہے۔ سعدی علیہ الرحمۃ نے کیا ہی خوب کہا ہے ؎

چشم بداندیش کہ برکندہ باد
عیب نماید در نظرش ہنر

آپ کے مناظرات

امام صاحبؒ کو مخالفین کے رد اور ان کو ملزم گرداننے میں بھی بہت ملکہ تھا۔ چنانچہ ناسپاس فرقہ دہریہ کے مقابلے میں آپ کے عجیب عجیب مناظرات منقول ہیں۔

چنانچہ ایک دفعہ امام صاحبؒ کشتی میں سوار ہوئے تو کچھ دہریے بھی سوار تھے معقول جواب سے گھر پورا کر دینے کی وجہ سے دہریوں کی آنکھ میں آپ چبھا کرتے تھے۔ دشمنوں نے منصوبہ باندھا کہ آپ کو اس تنہائی میں قتل کر ڈالیں۔

آپ فراستِ خداداد سے اُن کی بداندیشی کو تاڑ گئے اور کہنے لگے۔ دینِ اسلام جس کی میں حمائت کرتا ہوں اگر دینِ حق ہے۔ جیسا کہ فی الواقعہ ہے تو وہ میرے مارے جانے سے مٹ نہیں جائے گا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ اس کی اشاعت کے لئے میرے جیسا کئی اور پیدا کر دے گا۔ اور اگر وہ دین جیسا کہ تم خیال کرتے ہو سچا نہیں ہے اور صرف میرے سبب قائم ہے۔ تو میں اس کی حمائت کب تک کروں گا۔ آخر مجھے ایک روز مرنا ہے۔ بہر صورت تمہیں میرے مارنے پر کوئی فائدہ نہیں ہے بہتر ہے کہ جو دلیل کی رو سے مغلوب ہو جائے۔ وہ مر جائے اور جو دلیل کی رو سے غالب آئے وہ زندہ رہے۔ دشمن آپ کی اس تقریر سے دنگ رہ گئے۔ آپ سے پوچھنے لگے بھلا بتلایئے تو سہی کہ آپ کے پاس واجب الوجود خدا تعالیٰ کی ہستی کی کیا دلیل ہے۔ آپ نے قرآن شریف میں نظر فکر کی تو یہی کشتی جس میں سوار تھے۔ واجب الوجود کی ہستی کے لئے زبانِ حال سے پکارتی نظر آئی۔ پس آپ نے دہریوں سے پوچھا کہ یہ کشتی جس پر ہم سوار ہیں۔ ملاحوں کی تدبیر کے بغیر یقیناً اس بندرگاہ پر جہاں ہم نے اُترنا ہے ضرور بالضرور خود بخود جا لگے گی؟ وہ بیچارے پہلے ہی مرحلے میں مغلوب ہو چکے تھے، اس کا جواب سوائے نفی کے اور کیا دے سکتے تھے۔ سب کہنے لگے کہ ملاح کی تدبیر کے بغیر منزل پر پہنچنا یقینی طور پر نہیں کہہ سکتے، آپ نے فرمایا کہ افسوس ہے کہ ایک چھوٹی سی کشتی کے انتظام و تدبیر کے لئے کسی ناظم اور مدبر کی ضرورت ہو اور اتنے بڑے جہان کا جس کے نظام میں ابتدائے آفرینش سے آج تک کبھی کوئی بھی فرق نہیں آیا اور چاند، ستارے، سورج غرض ہر شئے کے لئے ایک حساب مقرر ہے کوئی مدبر نہ ہو۔ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى عَمَّا يَقُوْلُ الظَّالِمُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا اس جواب کو سن کر منکرین کے دانت کھٹے ہو گئے اور کچھ جواب ذہن آیا۔ سبحان اللہ کیسی معقولیت سے مخالفین کو ملزم اور ساکت بھی کر دیا۔ اور اپنی جان بھی بچ گئی۔

آپ کی حاضر جوابی

آپ کو حاضر جوابی میں بڑی مہارت تھی۔ چنانچہ ایک دفعہ خلیفہ منصور نے آپ کو بلایا۔ ربیع مذکور آپ سے کچھ کینہ رکھتا تھا۔ آپ کے سامنے خلیفہ کو مخاطب کر کے کہنے لگا کہ یہ ابوحنیفہؒ تو آپ کے دادا ابن عباسؓ کی مخالفت کرتے ہیں۔ ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ جب کوئی قسم و پیمان کرے تو ایک دو دن بعد بھی اس میں استثناء جائز ہے۔ بعد میں نہیں۔ امام صاحب اس بات کو خوب تاڑ گئے فوراً کہنے لگے کہ نہیں جناب ربیع یہ گمان کرتا ہے کہ آپ کے لشکر کی گردن آپ کی بیعت و اطاعت کے جُوئے میں نہیں ہے خلیفہ نے پوچھا کس طرح؟ آپ نے فرمایا لشکری آپ کے سامنے اطاعت کی قسمیں کھا لیویں اور گھر پہنچ کر استثنا کر دیں۔ پس ان کی قسمیں جو آپ کے حضور میں کی تھیں۔ باطل ہو جائیں گی اور اُن پر اطاعت واجب نہ رہے گی۔ خلیفہ منصور اس پر ہنس پڑا اور ربیع کہنے لگا کہ ابوحنیفہؒ کا پیچھا چھوڑ دے۔ کیونکہ یہ بحث میں مغلوب نہیں ہو سکتا۔

ابوالعباس طوسی بھی آپ کی نسبت اچھا خیال نہیں رکھتا تھا۔ اور آپ کو یہ امر معلوم تھا۔ ایک دن آپ خلیفہ منصور کے پاس گئے۔ اور لوگ کثرت سے جمع ہو گئے۔ تو امام صاحبؒ کے قتل کروانے کا منصوبہ گانٹھا چنانچہ ابوالعباس نے امام صاحب کی طرف رُخ کر کے پوچھنے لگا۔ کہ اے ابوحنیفہؒ امیر المؤمنین ایک شخص کو بلاتا ہے کہ کسی شخص کی گردن مارے اور خلیفہ کو معلوم نہیں کہ وہ کیا ہے؟ تو

کیا اس صورت میں خلیفہ کو اُس کے قتل کی گنجائش ہے یا نہیں؟ امام صاحب جن کا دماغ ایسے مقالات و جوابات سے خاص مناسبت رکھتا تھا۔ اس بات کو تاڑ گئے اور طوسی سے پوچھنے لگے کہ خلیفہ اس امر میں حق کا حکم کرتا ہے یا ناحق کا۔ طوسی بیچارہ سوائے حق کے اقرار کے کہاں جرأت رکھتا تھا۔ کہنے لگا خلیفہ کا حکم تو حق ہے۔ آپ نے فرمایا بس۔ حق جس جگہ ہو اس کو جاری کرنا چاہیئے لہٰذا اس کی بابت پوچھنا نہیں۔ اس طرح بات آپ سے ٹل گئی۔ اور اُلٹا بداندیش پر اس کا بوجھ پڑا۔

وَلَا یَحِیْقُ الْمَکْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَھْلِہٖ بری تدبیر کا بُرا اثر بداندیشوں ہی پر پڑا کرتا ہے۔ آپ نے ایک شخص کو جو آپ کے پاس بیٹھا تھا۔ کہا کہ اس نے مجھے بندھوانا چاہا تھا میں نے اسی کو گرفتار کروا دیا۔

خشوع و خضوع اور شب بیداریاں

خشیتِ الٰہی اور خوفِ خدا بھی آپ کے دل میں پورا پورا تھا۔ ایک نہایت عجیب واقعہ جو آپ کے دل کی نہایت صفائی کی دلیل ہے ذکر کیا جاتا ہے۔

یزید بن کمیت کہتے ہیں کہ ایک رات نمازِ عشاء میں علی بن حسین مؤذن نے سورہ زلزال پڑھی۔ امام ابوحنیفہؒ بھی مقتدیوں میں تھے۔ پس جب نماز پوری ہو چکی اور لوگ اچھلے گئے تو میں نے دیکھا کہ امام ابوحنیفہؒ ابھی بیٹھے ہوئے ہیں اور آپ ٹھنڈے سانس بھر رہے ہیں میں نے خیال کیا کہ شاید اس انتشار کی حالت میں آپ کا دل میری طرف مشغول ہو کر اُکھڑ نہ جائے۔ اس لئے مناسب ہے کہ میں بھی چلا جاؤں پس میں بھی روانہ ہوا اور چراغ جس میں تھوڑا سا تیل تھا۔ اسی طرح جلتا چھوڑ دیا۔ صبح ہونے پر میں پھر نماز کے لئے مسجد میں آیا تو آپ کو دیکھا کہ آپ ابھی کھڑے ہیں اور اپنی ریش مبارک کو پکڑے ہوئے سورہ زلزال کے مضمون کو پیش نظر رکھے جنابِ باری میں ان الفاظ سے تضرع کر رہے ہیں۔ اے اللہ تو جو ہر شخص کو ذرہ ذرہ بھلائی کے بدلے نیک جزا دے گا اپنے بندہ نعمان کو جس پر تیری بے شمار نعمتیں ہیں۔ دوزخ سے پناہ دے اور نیز اُن برائیوں سے جو دوزخ کے قریب کر دیتی ہیں نعمان کو اپنی رحمت کی فراخی میں لیلے۔

یزید بن کمیت کہتے ہیں۔ کہ میں نے صبح کی اذان کہی اور ابھی چراغ ٹمٹما رہا تھا اور آپ کھڑے عجز و زاری کر رہے تھے۔ جب میں اندر داخل ہوا تو آپ مجھ سے کہنے لگے کہ کیا چراغ لینا ہے؟ یعنی بجھانے کے لئے؟ آپ کے خیال میں ابھی عشاء کا وقت ہی ہے؟ میں نے کہا کہ میں نے تو صبح کی اذان بھی کہہ دی ہے۔ آپ نے فرمایا جو کچھ تو نے دیکھا ہے اسے چھپائے رکھو پھر اُسی اوّل شب کے وضو سے نماز فجر ادا کی۔

ابراہیم بصری کا بیان ہے کہ ایک دفعہ نماز فجر پڑھ رہے تھے۔ میں بھی جماعت میں شریک تھا کہ جب آپ اس آیت پر پہنچے وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰہَ غَافِلًا عَمَّا یَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ (خدا کو ظالموں کے فعل و عمل سے غافل نہ سمجھنا) اس پر آپ کو اس قدر رقت طاری ہوئی۔ کہ تمام بدن بید لرزاں کی طرح کانپ رہا تھا۔

ایک اور بزرگ زاہد کا بیان ہے کہ میں آپ سے ایک مسئلہ دریافت کرنے کے لئے گیا اور اس انتظار میں تھا کہ آپ نماز عشاء سے فارغ ہوں تو میں آپ سے مسئلہ پوچھوں آپ نے نماز نفل شروع کی اس میں قرآن کا آغاز کر دیا جب اس آیت پر پہنچے وَقٰنَا عَذَابَ السَّمُوْمِ۔ تو ایک عجیب حالت آپ پر طاری ہو گئی۔ بار بار پڑھتے تھے یہاں تک کہ یہی آیت پڑھتے پڑھتے تمام رات گزار دی اور اور صبح ہو گئی۔

اس جلیل الشان امام کے مناقب میں بہت سی کتابیں مستقل طور پر ہر زمانہ میں لکھی جاتی رہی ہیں اور آپ کے علم تقویٰ، دیانت و عجز و تواضع کے سب معترف ہیں۔ اور آپ کے برکات سے مستفیض ہوتے رہے ہیں۔ پس نبوّتِ محمدیہ کی تصدیق کے لئے امام اعظمؒ کا آپ کے اُمتیوں میں سے ہونا بڑی بھاری دلیل ہے۔

آپ نہایت متحمل مزاج اور منابط تھے اور طبیعت میں بلا کا استقلال تھا۔ آپ کو بہت تکلیفیں برداشت کرنی پڑیں دُرّے بھی لگے اور قید و بند کی مصیبتیں بھی برداشت کیں مگر آپ کے جبینِ ہمت پر کوئی بل نہ پڑا اور آپ کے پائے استقلال میں ایک لمحہ کے لئے بھی لغزش پیدا نہ ہوئی۔ آپ کے پہلو میں بڑا مضبوط قلب تھا۔ کبھی قسم نہیں کھاتے تھے۔

معمول تھا کہ نماز فجر پڑھ کر مسجد میں تشریف رکھا کرتے تھے۔ اور درس میں مشغول ہو جاتے تھے۔ جس میں بڑے بڑے فاضل اہل شاگردوں کا اجتماع ہوتا تھا بحثیں اور نظریں ہوتی تھیں۔ متفقہ فیصلہ کے بعد مسائل قلمبند کر لئے جاتے تھے۔ نماز عصر کے بعد پھر کچھ دیر تک طلباء کو درس دیا کرتے تھے۔ اس کے بعد احباب سے ملاقات کا سلسلہ شروع ہو جاتا تھا۔ جو عشاء کے وقت تک برابر جاری رہتا اس کے بعد عبادت و ریاضات میں مصروف ہو جاتے۔ رات رات بھر عبادت و ذکر الٰہی میں مشغول رہتے۔ قرآن کی تلاوت کے وقت اکثر ایسا ہوتا کہ آنکھوں سے برابر آنسو جاری رہتے الحاح و زاری کی حالت میں نماز پڑھتے۔

عقلی و علمی کمالات کا عالمگیر اعتراف

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک وضو میں چار فرض ہیں اور امام شافعیؒ کے نزدیک محض دو ہیں۔ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے کہ مقتدیوں کے لئے قرأت فاتحہ ضروری نہیں امام شافعیؒ اور امام بخاری اس کے قائل ہیں۔ امام صاحب نے آیت پاک وَاِذَا قُرِیَٔ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَہٗ وَاَنْصِتُوْا (جب قرآن پڑھا جائے تو سنو اور چپکے رہو) کا حوالہ دیا جہری نماز کے لئے یہ آیتِ پاک نص قاطع ہے۔

امام صاحب کی فقہ بہت آسان۔ قریب الفہم اور ہر زمانہ کے مطابق ہے۔ ضرور آپ کے ہاں بھی غلطیاں ہیں اور ہونی چاہئیں۔ کیونکہ آپ پیغمبر نہ تھے مجتہد تھے۔ تاہم دعوٰی کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ آپ کی فقہ کا بیشتر حصہ ضروریات تمدنی کے عین مطابق تھا۔

رائے و تدبیر، عقل و فراست، ذہانت و طباعی امام ابوحنیفہؒ کے وہ اوصاف ہیں جو یگانوں اور بیگانوں۔ موافق اور مخالف سب نے تسلیم کئے ہیں علی بن عاصم کا قول ہے۔ اگر آدھی دنیا کی عقل ایک پلہ میں اور امام ابوحنیفہؒ کی عقل دوسرے پلہ میں رکھی جاتی تو ابوحنیفہؒ کا پلہ بھاری رہتا۔

کاروباری ترقی و دیانت

امام صاحب کا آبائی پیشہ تجارت تھا اور بچپن سے آپ اسی کام میں پڑنے سے بہت ہوشیار ہو گئے تھے۔ آپ کوفہ کے بڑے بڑے تاجروں کی صف اوّل میں آ گئے۔ تمام بڑے بڑے شہروں میں آپ کے گماشتے اور آپ کی ایجنسیاں قائم تھیں کوفہ، بصرہ اور بغداد میں کپڑے کی بڑی بڑی کوٹھیاں تھیں۔ ممکن نہ تھا کہ ایک پیسہ بھی ناجائز طور پر آپ کے خزانہ میں داخل ہو سکے۔ اکل حلال کے جوش میں آپ ہزاروں بلکہ لاکھوں کے نقصان کی بھی چنداں پرواہ نہ کرتے تھے۔ ایک دفعہ اپنے گماشتے حفص بن عبدالرحمٰن کے پاس ریشم کے تھان بھیجے اور کہلا بھیجا کہ فلاں فلاں نمبر کے تھان میں عیب ہے۔ فروخت کے وقت خریداروں کو ان کے عیب سے واقف کر دینا۔ حفص کو اس ہدایت کا خیال نہ رہا اور تمام تھان فروخت کر ڈالے۔ جب آپ کو معلوم ہوا تو آپ نے تیس ہزار درہم خیرات کر دیئے۔

ایک دفعہ امام باقرؒ نے آپ سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ آپ ہی وہ ابوحنیفہؒ ہیں جو قیاس کی بناء پر ہمارے دادا کی حدیثوں کی مخالفت کر رہے ہیں؟ عرض کیا۔ معاذاللہ کس کی طاقت ہے جو حدیث کی مخالفت کر سکے۔ آپ تشریف رکھیئے۔ میں عرض کرتا ہوں۔ پھر بولے۔

ابوحنیفہؒ: مرد ضعیف ہے یا عورت؟

امام باقرؒ: عورت۔

ابوحنیفہؒ: وراثت میں عورت کا حصہ زیادہ ہے یا مرد کا۔

امام باقرؒ: مرد کا۔

ابوحنیفہؒ: تو بیٹے اگر میں قیاس سے کام لیتا تو یہی کہتا کہ عورت کو زیادہ حصہ دیا جائے۔

پھر پوچھا نماز افضل ہے یا روزہ؟

امام باقرؒ: نماز۔

ابوحنیفہؒ: اس اعتبار سے عورت پر نماز کی قضا واجب ہونی چاہیئے تھی نہ کہ روزہ کی، حالانکہ میں روزہ ہی کی قضاء کا فتویٰ دیتا ہوں۔

یہ سُن کر حضرت امام باقرؒ اس قدر خوش ہوئے کہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور اُٹھ کر آپ کی پیشانی کو بوسہ دیا۔

دُنیا میں ایسی یگانۂ روزگار اور فاضل ہستیاں شاذ ہی کہیں پیدا ہوتی ہیں جن کی لیاقت و قابلیت نہ صرف علمی اور فضل و کمال کا اس سے بڑھ کر دلفریب مظاہرہ اور کیا ذہن میں آ سکتا ہے کہ خود آپ کے اُستاد آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کر رہے ہیں۔ اور آپ کے حلقۂ درس میں شامل ہیں آپ کی تعلیم کا طریقہ بھی نہایت بہتر اور آسان تھا طلباء کو اس طرح پڑھاتے تھے کہ پڑھتے پڑھتے ان کے

(بقیہ صفحہ ۱۳ پر)

وحدت اور اتباع رسول صلے اللہ علیہ وسلم

جناب عبدالرشید صاحب عباسی دہ چھانی

دنیا میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں جنہوں نے وحی اور الہام سے انکار کر کے زندگی گزارنے کے لئے خود تراشیدہ قوانین کو اپنی فلاح وسلامتی کا معیار سمجھا۔ مگر یہ آئین جو حقیقت سے کوسوں دور تھا۔ زندگی کو پرمسرت نہ بنا سکا، اس کے باوجود بھی نبوت اور وحی کے منکرین خدائے قہار وجبار کے وجود سے انکار نہ کر سکے۔ لاریب کوئی زبردست طاقت ہے جو دنیا کے وسیع وعریض نظام کو سنبھالے ہوئے ہے۔ کیونکہ خدا کا اعتراف انسان کی اصل فطرت میں داخل ہے۔ جب دنیا بالکل تاریک تھی۔ یعنی علوم وفنون، تہذیب وشائستگی کا کوئی وجود بھی نہ تھا۔ اس وقت سب سے پہلے انسان کے ذہن میں جو حروف ابھرے وہ خدا کا تصور لئے ہوئے تھے، جو اصنام پرستی کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ مشہور محقق "لکس نولر" لکھتا ہے کہ ہمارے اسلاف نے خدا کے آگے اس وقت سر جھکایا تھا! جب وہ خدا کا نام بھی نہ رکھ سکتے تھے۔ جسمانی خدا (بت) اس حالت کے بعد اس طرح پیدا ہوئے۔ کہ فطرت اصلی۔ مثالی صورت کے پردہ میں چھپ گئی۔"

ایک اور فاضل "جیلو ٹارک" نے لکھا ہے کہ:۔

"اگر تم دنیا پر نظر ڈالو گے تو
بہت سے ایسے مقامات ملیں گے
جہاں نہ قلعے ہیں نہ سیاست،
نہ علم نہ صناعت نہ حرفہ نہ دولت
لیکن ایسا کوئی مقام نہیں مل سکتا
جہاں خدا نہ ہو۔"

پروفیسر لینن نے اس طرح اقرار کیا:۔

کہ "خدا کے قادر و دانا اپنی عجیب وغریب کاریگریوں سے میرے سامنے اس طرح جلوہ گر ہوتا ہے کہ میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ جاتی ہیں اور میں بالکل دیوانہ بن جاتا ہوں۔ ہر چیز میں گو وہ کتنی ہی چھوٹی ہو۔ اس کی کس قدر عجیب قدرت، کس قدر عجیب حکمت، کس قدر عجیب ایجاد پائی جاتی ہے۔"

قرآن کریم پہلے ہی اعلان کر چکا تھا۔ کہ

صُنْعَ اللّٰہِ الَّذِیْ اَتْقَنَ کُلَّ شَیْءٍ (النمل ع ۲۰ پ)

ترجمہ:۔ یہ خدا کی کاریگری ہے۔ جس نے ہر شئے کو پختہ طور سے بنایا۔"

دوسری جگہ یوں فرمایا:۔

مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ط فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ۔ (سورہ الملک رکوع ۱ پ ۲۹)

ترجمہ:۔ تو خدا کی کاریگری میں کہیں فرق نہ پائے گا۔ پھر دوبارہ دیکھ کہیں دراڑ دکھائی دیتی ہے؟"

غرض یہ کہ وہ سمیع وبصیر، قادر مطلق اور واحد ہے جس نے ساری کائنات کو پیدا فرما کر انسانی ضروریات کو مہیا کیا تاکہ انسان کسی اور کو اپنا حاجت روا نہ سمجھ بیٹھے۔

ارشاد ہوتا ہے:۔

اِنَّ اللّٰہَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی ط یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ فَاَنّٰی تُؤْفَکُوْنَ۔ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ وَجَعَلَ الَّیْلَ سَکَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ط ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ۔

(سورہ الانعام رکوع ۱۲ پ ۷)

ترجمہ:۔ بے شک اللہ دانے اور گٹھلی کو پھاڑنے والا ہے۔ وہ مردہ سے زندہ کو نکالتا ہے۔ اور زندہ سے مردہ نکالنے والا ہے (لوگو) یہی تمہارا خدا ہے۔ تم کدھر پھرے جاتے ہو؟ وہ صبح کا نکالنے والا ہے۔ اس نے رات کو آرام کے لئے بنایا اور سورج وچاند کی (رفتار کو) حساب سے رکھا۔ یہ اندازہ ہے زبردست اور جاننے والے کا

سطور بالا کا ہر لفظ الوہیت کی تعلیم سے لبریز ہے

اللہ واحد نے انسان کی زندگی سے متعلق اپنے آخری پیغام (قرآن) میں ان تمام امور کا ذکر کیا جن کی انسان کو ضرورت تھی۔ مختصر یہ کہ حکمت والی کتاب ایسی ہے۔ جس کی آیتیں کھول کر بیان کی گئی ہیں اور جن کی عملی وضاحت کے لئے رسول کو بھیجا۔ تاکہ وہ گمراہوں کو وحدت کے مرکز پر جمع کرے اور اس کے قہر سے ڈرائے مگر بدبختوں نے آخری رسول کی تعلیمات "جو اللہ کی طرف سے تھیں" کو بھی کذب پر محمول کیا۔ وہ اس خدا کے قائل تھے، جو دیکھا جا سکے۔"

ع خوگر پیکر محسوس تھی انساں کی نظر

جب سرکار دو عالم کو خلعت نبوت عطا ہوا اور آپ نے وحدہٗ لاشریک کا نام بلند کیا تو لوگوں میں غم وغصہ کے ساتھ ساتھ تحیر وتعجب بھی نمایاں ہوا۔ کیونکہ نبوت کو وہ لوگ بہت ہی عجیب اور مافوق البشر شے سمجھتے تھے۔

اسی تعجب کا نتیجہ تھا کہ وہ دفور حیرت میں کہنے لگے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے ایک انسان کو اپنی رسالت کے لئے منتخب کیا ہے جو کھاتا بھی ہے۔ کماتا بھی ہے۔ اور بازاروں میں بھی چلتا پھرتا ہے۔ گویا تمام حوائج انسانی رکھتا ہے۔ دعوت الی الحق کا سلسلہ جب کسی طرح منقطع نہ کر سکے تو اپنی بددماغی کا مزید ثبوت دیتے ہوئے عجیب وغریب شرائط پیش کرنے لگے کہ اگر ان کو پورا کرنے میں آپ کامیاب ہو گئے۔ تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ یعنی آپ ہمارے لئے زمین سے چشمے بہا دیں یا کھجور و انگور کے باغ میں نہریں جاری کر دیں۔ یا آپ آسمان کے ٹکڑے گرا دیں۔ ورنہ خدا اور اس کے فرشتوں کو ہمارے سامنے لا کر کھڑا کر دیں وغیرہ۔ اس قسم کے لایعنی اعتراضات تھے جو کتاب اللہ اور حضورؐ پر کئے گئے۔ اللہ نے مذکورہ بالا تمام اعتراضوں کا جواب اس طرح دیا۔

قُلْ لَّآ اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰہِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَکُمْ اِنِّیْ مَلَکٌ۔"

(سورہ الانعام رکوع ۵ پ ۷)

ترجمہ:۔ اے پیغمبر لوگوں سے کہہ دیجئے۔ میں یہ دعوے نہیں کرتا۔ کہ میرے پاس خدا کے خزانے ہیں۔ اور نہ ہی میں یہ کہتا ہوں کہ میں غیب دان ہوں۔ اور نہ میں یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو اسی کے حکم کے تابع ہوں جو وحی کی صورت میں مجھ پر نازل ہوتا ہے۔ ان لوگوں سے پوچھ کیا اندھا اور آنکھیں رکھنے والا برابر ہو سکتے ہیں۔ تم لوگ اتنی بات بھی نہیں سوچ سکتے۔

اس مختصر اور جامع ارشاد میں تمام اعترا

کا جواب ہے۔ بلاشبہ فرائض نبوت کی تکمیل کے لئے ایک انسان ہی کی ضرورت تھی۔ آسمان پر چڑھنے۔ بادل کا ٹکڑا اُترانے اور طلائی مکان بنانے والی بات انسان کی قدرت سے باہر ہے۔ اپنی بشریت و عبدیت کے اس اظہار کے باوجود کفار اپنی ہٹ دھرمی سے باز نہ آئے تو ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے یوں متنبہ فرمایا:

قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ط الاٰیۃ (سورہ الاعراف رکوع ۲۳ پ ۹)

کہ اے پیغمبر لوگوں کو بتا دیجئے کہ میرا اپنا ذاتی نفع و نقصان بھی میرے قبضہ میں نہیں بس وہی ہوتا ہے جو اللہ چاہتا ہے۔ اور اگر میں غیب کی باتیں جانتا تو اپنا بہت سا فائدہ کر لیتا اور مجھے کوئی نقصان نہ پہنچتا۔ میں تو بس مومنوں کو عذاب الٰہی سے ڈرانے والا اور جنت کی خوشخبری سُنانے والا ہوں۔

ان ٹھوس اور وزنی احکام میں توحید کا اعلان کس قدر صاف اور صریح ہے، بار بار وحدانیت کا نہایت واضح، گہرا اور عمیق سبق دیا جا رہا ہے۔

قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ۝ وَاُمِرْتُ لِاَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ الْمُسْلِمِيْنَ۔

(سورہ زمر رکوع ۲ پارہ ۲۳)

ترجمہ: کہہ دیجئے مجھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے) حکم دیا گیا ہے کہ میں مخلصانہ طور پر صرف اُسی ہی کی عبادت کروں اور مجھے یہ حکم دیا گیا ہے کہ میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔"

آگے ارشاد ہوتا ہے:-

قُلْ اِنِّيْٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّيْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ۔

ترجمہ:- کہہ دیجئے اگر میں نے اپنے پروردگار کی نافرمانی کی تو میں بھی قیامت کے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔"

غور و فکر کرنے والوں کے لئے توحید کے اس سے زیادہ مؤثر اسباق اور کیا ہو سکتے ہیں۔ انسان کے تباہ و برباد ہونے کی تاریخ اس روز سے شروع ہوئی۔ جب اس نے حقیقی خالق کی پرستش چھوڑ کر غیر اللہ کی اطاعت شروع کی۔ ظاہر بین نظریں۔ جو "محسوس" کی عادی تھیں۔ خدا کو جسم کی شکل میں نہ پا کر بے تاب مجسموں اور تصویروں کے تقدس میں سجدہ ریز ہو گئیں۔

ابھی بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات پائے ہوئے کچھ مدت نہ گزری تھی کہ حضرت موسیٰؑ کوہ طور پر گئے۔ واپس آ کر دیکھا۔ تو یہاں گئو سالہ کی پوجا میں بھجن گائے جا رہے تھے۔

حضرت عیسیٰؑ اللہ کے سچے رسول تھے۔ آپؑ توحید کا سبق پڑھانے اور بندوں کا خدا سے رشتہ جوڑنے کے لئے تشریف لائے بمشکل ایک صدی گزری ہو گی کہ انہیں ابن اللہ کہہ کر ان کی پرستش شروع کر دی گئی۔ کلدانی آفتاب و ماہتاب کو مالکِ کونین سمجھنے لگے۔ ایرانیوں نے آگ کو قابلِ عبادت سمجھا۔ اس طرح صدیوں تک مخلوق خالق کے احکام سے سرتابی کرتی رہی اور اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالتی رہی۔ بندے بندوں اور شجر و حجر کے سامنے سربسجود ہو کر اپنی بربادی کا سامان فراہم کرتے رہے۔ اللہ کریم بندوں کی ان ناشائستہ حرکات سے بے خبر نہ تھا۔ اس کی نظروں سے کوئی چیز پوشیدہ نہ تھی۔ سارے تجربات اور مشاہدات اس کے سامنے تھے۔ اس لئے صاف کہہ دیا:-

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ۔

(سورہ الکہف رکوع ۱۲ پ ۱۶)

ترجمہ:- کہہ دیجئے کہ میں تو تم جیسا انسان ہوں۔ میری طرف وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہے۔

گویا پیغمبر اور ایک عام آدمی کا بھی خدا ایک اللہ ہی ہے۔

معمولی معمولی تکلیف کو رفع کرنے کے لئے ہم غیر خدا کے سامنے دستِ سوال دراز کرتے ہیں۔ حالانکہ بتایا تو یہ گیا تھا۔ کہ جب تم پر کوئی اُفتاد پڑے تو صبر اور نماز کے ذریعہ امداد طلب کرو۔ ہمت و استقلال کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دو۔ نہایت پامردی سے مصائب و نوائب کا مقابلہ کرو۔ اور اللہ سے خیر و برکت کی دعا کرتے رہو۔ ہر نفع و نقصان کا وہی مالک ہے۔ اللہ تعالیٰ سورہ یونس رکوع ۱۱ پ ۱۱ میں فرماتے ہیں

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ۭ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

ترجمہ:- اور اگر اللہ تمہیں کوئی مصیبت پہنچانا چاہے تو اس کے سوا اس مصیبت کا دُور کرنے والا اور کوئی نہیں ہے اور اگر وہ تمہارے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرے تو اس کے فضل (اور مہربانی) کو کوئی ہٹانے والا نہیں اسے اختیار ہے کہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہے اپنا فضل کرے وہ بخشنے والا مہربان ہے)

اعانت و امداد کے یہ نت نئے طریق جس میں ۹۰ فیصدی نفوس مبتلا نظر آتے ہیں۔ یہ قصیدہ خواں اتنا بھی نہیں سمجھتے۔ کہ ممدوح بھی کسی کا محتاج ہے۔ جو زبانیں محتاجوں کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ کاش وہ شہنشاہ حقیقی اور ربّ قدیر کی بے انتہا نوازشوں، مہربانیوں اور لامتناہی نعمتوں کا شکر بجا لائیں۔ جو اپنے بندوں سے والدین کی نسبت ستّر درجہ زیادہ محبت رکھتا ہے۔ بندہ خواہ کتنا ہی گنہگار عاصی و سیہ کار کیوں نہ ہو۔ لیکن جب اس کے آستانہ رفیع پر آنکھوں میں آنسو لئے ہوئے بے تابانہ سر جھکا دیتا ہے تو وہ رحیم و کریم اس کو انبساط اور مسرّت سکونِ قلب و اطمینان خاطر کی دولت سے نوازتا ہے۔

مخلوق میں سب سے زیادہ مقرب پیغمبر وقت ہوتا ہے۔ اس کا تعلق براہ راست اللہ سے ہوتا ہے۔ وہ اللہ کے احکامات بندوں تک پہنچانے کا واسطہ ہوتا ہے۔ جب وہ اپنے آپ کو کسی گزند سے نہیں بچا سکے تو عام انسانوں کا تو کیا ذکر۔

سیّدنا ابراہیمؑ کو آگ میں ڈالا جاتا ہے اللہ اسے گلزار بنا دیتا ہے۔ حضرت یونسؑ شکم ماہی میں محبوس ہوئے مگر جب دافع بلیّات کو پکارا تو صحیح سلامت نکل آئے۔

کیا حضرت ایوبؑ کی دولت، ثروت اقتدار، زراعت و باغات، مکانات و عمارات یکے بعد دیگرے برباد نہیں ہوئے۔ حتّٰی کہ جسم اطہر بھی کیڑوں کا مرکز بن گیا۔ مگر جانتے تھے کہ جس نے سب کچھ دیا تھا۔ اُس نے لے لیا۔ اور وہ پھر دے سکتا ہے۔ اس لئے اُس کی حمد و ثنا سے غافل نہ ہوئے۔ صبر و استقامت کا دامن تھامے رکھا۔ اور پھر دنیا نے دیکھا کہ ہر چیز اپنی جگہ قرینے سے موجود تھی۔ اللہ تو وہ ہے جو مایوسوں کے بگڑے کام بناتا ہے بلکہ اس وقت دنیا کے مسلمانوں کی جو حالت ہے۔ اس کا واحد علاج رجوع الی اللہ ہے۔ آئیے ہم سب مل کر اس سے اُسی کے بتلائے الفاظ میں دعا کریں۔ تاکہ اُس کی رحمت سے ہماری بگڑی ہوئی حالت سنور جائے۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَاۗءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاۗءُ ۡ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَاۗءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَاۗءُ ۭ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۭ اِنَّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (سورہ آل عمران رکوع ۳ پ ۳) اے اللہ تو ہی سارے ملک کا مالک ہے جس کو چاہے سلطنت دیدے جس سے چاہے سلطنت لے لے۔ جس کو چاہے عزت عطا کر دے اور جسے چاہے ذلیل کر دے ہر طرح کی خیر و خوبی تیرے ہی ہاتھ میں ہے بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

اسباق ازبر ہو جاتے تھے، کوفہ میں آپ کے درس کی وجہ سے بہت رونق ہو گئی تھی، جو مرکزیت کوفہ میں آپ کے دارالعلوم کو نصیب ہوئی اور جو شرف یگانگی اس نے حاصل کیا وہ کسی اور مدرسہ کو حاصل نہ ہو سکا۔

آپ کی وفات

امام ابو حنیفہؒ کو منصور نے نظر بند تو ضرور کر دیا تھا لیکن آپ کی تعظیم و تکریم میں کوئی دقیقہ نہ اٹھا رکھا تھا، آپ کی قید و بند نے آپ کی شہرت کو دوبالا کر دیا، قید خانہ ہی میں سلسلہ تعلیم جاری رہا۔ امام محمدؒ نے قید خانہ ہی میں آپ سے تعلیم حاصل کی تھی، آپ کو زہر کھلایا گیا، اس بات کا آپ کو علم نہ ہو سکے پایا۔ کھانا کھانے کے بعد جب اس کا اثر محسوس ہوا تو آپ سمجھ گئے، شہادت کا مرتبہ حاصل ہونے پر آپ نے باری تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا، سر سجدہ میں رکھا اور اسی حالت میں جان جان آفرین کے سپرد کر دی۔ بغداد بھر میں کہرام مچ گیا، منصور خود تجہیز و تکفین میں شریک رہا، قاضی شہر حسن بن عمارہ نے آپ کو غسل دیا، ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک دریا رواں تھا، غسل سے فراغت پاتے پاتے پچاس ہزار انسانوں کا اجتماع ہو چکا تھا، ستر برس کی عمر میں آپ نے وفات پائی۔ آپ ۱۵۰ھ میں بغداد کے قید خانہ میں فوت ہو گئے، عصر کے وقت آپ کو دفن کیا گیا، مقبرہ خیزران میں دفن ہوئے، خلیفہ منصور نے بھی آپ کی قبر پر جنازہ پڑھا اور اسی طرح بیس دن تک آپ کی قبر مبارک پر لوگ نماز جنازہ پڑھتے رہے۔ ابو سعید محمد بن منصور خوارزمی نے ۴۵۹ھ میں آپ کی قبر پر قبہ بنایا۔

ابو جعفر مسعود بیاضی نے آپ کی قبر کی طرف اشارہ کرکے یہ شعر پڑھے:-

أَلَمْ تَرَ أَنَّ الْعِلْمَ كَانَ مُبَدَّدًا
فَجَمَّعَهُ هٰذَا الْمُغَيَّبُ فِي اللَّحْدِ
كَذٰلِكَ كَانَتْ هٰذِهِ الْأَرْضُ مَيْتَةً
فَأَنْشَرَهَا فِعْلُ الْعَمِيدِ أَبِي سَعْدٍ

ترجمہ:- کیا تو نہیں دیکھتا علم ضائع ہو چلا تھا تو اس شخص نے جو اس قبر میں غائب ہے، اسے جمع کیا، اسی طرح یہ زمین مردہ تھی تو سردار ابو سعد کے فضل سے پھر بارونق و آباد ہو گئی۔

اسلامی دنیا کے اکثر حصوں میں آپ ہی کے مقلد و معتقد ہیں، اور ان ممالک میں آپ کا مذہب صدیوں سے رائج ہے اور آپ ہی کی فقہ کے مطابق امور شرعیہ فیصل پاتے ہیں، دیگر مذاہب کے مقلد ان کے مقابلہ میں بالکل تھوڑے ہیں۔

غیر مسلم رعایا اور فقہ حنفی

امام ابو حنیفہ کی فقہ میں جو حقوق ذمیوں کو دیے گئے، وہ دنیا کی کسی حکومت نے بھی آج تک کسی غیر قوم کو نہیں دیے۔ آپ کے نزدیک ذمیوں کا خون مسلمانوں کے خون کے برابر ہے۔ ذمی کو قتل کرنے والا مسلمان قصاص میں قتل کیا جائے گا، غلطی سے قتل ہو گیا ہے، تو بھی اسے اتنا ہی خون بہا دینا ہو گا، جتنا کہ مسلمان کے قتل سے لازم آتا ہے۔

فقہ حنفی کی عقلی حیثیت

فقہ حنفی کی سب سے بڑی اور ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے ۹۰ فیصدی مسائل سراسر مصالح پر مبنی ہیں۔ ایک جماعت کی رائے میں اسلام کے تمام احکام تعبدی احکام تھے اور دوسرا گروہ کہتا تھا کہ نہیں اسلام کا کوئی حکم بھی اسرار و مصالح سے خالی نہیں ہو سکتا۔ مسائل کی مصلحت و غائت تو خود اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں بتاتا چلا گیا ہے۔ مثلاً نماز کے متعلق ہے "تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ" اور روزہ کے متعلق "لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ" نا اتفاقی کے متعلق "وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ" باہم جھگڑے اور اختلافات پیدا نہ کرو، اس سے تم کمزور ہو جاؤ گے، اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ "وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ" تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرو تمہیں فلاح و کامرانی حاصل ہو گی۔ امام ابو حنیفہؒ نے بھی اپنی فقہ میں اسی کو ملحوظ رکھا ہے، یہی وجہ ہے کہ فقہ حنفی اور تمام فقہوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ اصول عقلی کے مطابق ہے۔ فقہ حنفی کو یہ شرف حاصل ہے کہ وہ نہایت نرم اور آسان ہے، ہر زمانہ اور ہر ملک کے لیے موزوں ہے، عقل و فہم کے مطابق ہے۔

آپ سیاسی اور مدبرانہ کاموں میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے تھے، آپ جیسے محقق، مدبر، امام، عالم، فقیہ، نکتہ شناس اور ذہین لوگ کم پیدا ہوئے ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی متعلق امام اعظمؒ

وَإِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْا أَمْثَالَكُمْ (پ ۲۶، ع ۸)

اور اگر تم پھر جاؤ گے تو بدل لیگا، اور لوگ تمہارے سوا، پھر وہ نہ ہوں گے تمہاری طرح۔

حدیث میں ہے کہ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہؐ وہ دوسری قوم کون ہے، جس کی طرف اشارہ ہوا ہے؟ آپ نے سلمان فارسیؓ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا "اس کی قوم" اور فرمایا، "خدا کی قسم اگر ایمان ثریا پر جا پہنچے تو فارس کے لوگ وہاں سے بھی اس کو اتار لائیں گے" الحمدللہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس بے نظیر ایثار اور جوش ایمانی کا ثبوت دیا کہ ان کی جگہ دوسری قوم کو لانے کی نوبت نہ آئی۔ تاہم فارس والوں نے اسلام میں داخل ہو کر علم و ایمان کا وہ شاندار مظاہرہ کیا اور ایسی زبردست دینی خدمات انجام دیں جنہیں دیکھ کر ہر شخص کو ناچار اقرار کرنا پڑتا ہے کہ بیشک حضورؐ کی پیشین گوئی کے موافق یہی قوم تھی، جو بوقت ضرورت عرب کی جگہ پر کر سکتی تھی، ہزار ہا علماء و آئمہ سے قطع نظر کرکے تنہا امام اعظمؒ ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا وجود ہی اس پیشین گوئی کے صدق پر کافی شہادت ہے، بلکہ اس بشارت عظمیٰ کے کامل اور اولین مصداق امام صاحب ہی ہیں۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ وارضاہ

(۲) وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (پ ۲۸)

اور اٹھایا اس رسول کو ایک دوسرے لوگوں کے واسطے بھی انہی میں سے جو ابھی نہیں ملے ان میں

حدیث میں ہے، جب آپ سے ان لوگوں کی بابت پوچھا گیا، تو آپ نے سلمان فارسیؓ کے شانہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اگر علم یا دین ثریا پر جا پہنچے گا، تو اس کی قوم (فارس کا مرد) وہاں سے بھی لے آئے گا۔ شیخ جلال الدین سیوطیؒ وغیرہ نے تسلیم کیا ہے کہ اس پیشین گوئی کے بڑے مصداق حضرت امام اعظم ابو حنیفہ النعمان ہیں، رحمہ اللہ تعالیٰ۔ حق تعالیٰ کی زبردست قوت و حکمت نے اس جلیل القدر پیغمبرؐ کے ذریعہ سے قیامت تک کے لیے عرب و عجم کی تعلیم و تزکیہ کا انتظام فرمایا۔

تفسیر از مولانا شبیر احمد عثمانیؒ

ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی ہڈیوں کو آنحضرتؐ کی قبر مبارک سے اکٹھی کر رہے ہیں اور ان میں سے بعض کو چن رہے ہیں۔ اس سے خوف زدہ ہو کر خواب سے بیدار ہو گئے، اور حضرت محمد بن سیرینؒ کے اصحاب میں سے ایک سے اس خواب کی تعبیر پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ آپ آنحضرتؐ کے علم اور آپؐ کی سنت کی حفاظت میں بڑے درجہ پر پہنچیں گے اس میں پورا تصرف کرکے صحیح کو ضعیف سے جدا کریں گے۔

ایک اور خواب میں آنحضرتؐ نے ابو حنیفہؒ سے فرمایا اے ابو حنیفہؒ تمہیں قضاء و قدر نے میری سنت کے زندہ کرنے کا سبب بنا دیا ہے، گوشہ نشینی کا ارادہ نہ کرو۔ (کشف المحجوب)

بزرگانہ عظمت و تقدیس

حضرت داؤد طائیؒ فرماتے ہیں کہ میں بیس سال تک آپ کی خدمت میں رہا اس پوری مدت میں میں نے آپ کو خلوت و جلوت میں کبھی برہنہ سر نہ دیکھا۔ جب بیٹھتے تو بھی اوڑھ کر بیٹھتے کبھی استراحت کے لیے پاؤں دراز نہیں کیے۔ پوچھا تو فرمایا خلوت میں حق تعالیٰ کے ساتھ مؤدب رہنا بہت اچھا ہے۔

کہیں تشریف لیے جا رہے تھے۔ ایک لڑکے کو آپ نے کیچڑ میں چلتا ہوا دیکھ کر فرمایا۔ لڑکے ہوش سے چل کہیں پھسل نہ پڑے۔ بولا میرا پھسلنا کیا حقیقت رکھتا ہے، پھسلا بھی تو تنہا ہی گروں گا۔ آپ ہوش کریں کہ اگر آپ پھسل گئے تو تمام مسلمان پھسل جائیں گے۔ آپ یہ سن کر آبدیدہ اور متعجب ہوئے اور اس کی دانائی پر تعجب کرکے مریدوں سے فرمایا کہ دیکھو اگر تمہیں کسی مسئلے میں شبہ ہو اور اس کی روشن دلیل نظر نہ آئے تو تم ہرگز میرا اتباع نہ کرو۔

حضرت فضیل بن عیاض، حضرت ابراہیم ادھم، حضرت بشر حافی اور حضرت داؤد طائی جیسے جلیل القدر اولیاء آپ ہی کے شاگرد تھے۔ جب آپ نے مدینہ منورہ روضہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حاضر ہو کر عرض کیا، تو جواب ملا وعلیکم السلام یا امام المسلمین۔ آپ نے عزلت گزینی و خلوت نشینی کا عزم کیا تو اسی شب رسول اکرمؐ نے خواب میں تشریف لا کر فرمایا، اے ابو حنیفہؒ

نہیں خدا نے میری سنت کے زندہ کرنے کے لئے پیدا کیا ہے تم عزلت نشینی کا ارادہ نہ کرو۔ آپ بازار میں جا رہے تھے کہ صرف ایک ناخن کے برابر مٹی آپ کے جامہ پر لگ گئی۔ آپ اسی وقت دجلہ پر گئے اور دھویا۔ لوگوں نے پوچھا۔ آپ نے ایک متعین مقدار کی نجاست کو جائز رکھا ہے۔ آپ نے اسے کیوں دھویا؟ فرمایا وہ فتویٰ ہے اور یہ تقویٰ ہے۔

جب آپ کی توجہ تحصیل علم کی طرف پھیری گئی تو اس وقت کئی صحابیؓ زندہ موجود تھے، اس بناء پر بعض علماء آپ کو تابعی شمار کرتے ہیں اور بعض تبع تابعی کیونکہ آپ نے صحابہؓ سے کچھ نہیں سیکھا۔

آپ کی حق گوئی اور آزادمزاجی

ابن ہبیرہ گورنر کوفہ نے ایک دفعہ آپ کو بلا کر درخواست کی کہ اگر آپ کبھی کبھی میرے یہاں قدم رنجہ فرمایا کریں تو مجھ پر خاص احسان ہوگا۔ آپ نے برجستہ جواب دیا۔ میں آپ کے یہاں آ کر اور آپ سے مل کر کیا کروں گا مہربانی سے پیش آؤ گے تو اغماض ہوں، اندیشہ و خوف ہے کہ کہیں آپ کے دام میں نہ پھنس جاؤں اور اگر عتاب کرو گے تو ظاہر ہے کہ اس میں میری ذلت ہے۔ آپ کے پاس جو زر و مال ہے اس کی مجھے ضرورت نہیں۔ میرے پاس جو دولت ہے۔ اسے مجھ سے کوئی نہیں چھین سکتا۔

شہنشاہ ہارون رشید نے ایک دفعہ قاضی القضاۃ امام ابو یوسف سے کہا کہ آپ ابو حنیفہؒ کے اوصاف کے متعلق کچھ روشنی ڈالیں۔ انہوں نے کہا۔ جہاں تک مجھے علم ہے۔ آپ نہایت سیر چشم، سخی و فیاض تھے۔ اہل دنیا سے بالعموم احتراز برتتے تھے۔ کسی کے سامنے اپنی حاجت پیش نہ کرتے تھے۔ نہایت متقی و پرہیز گار تھے۔ منہیات شرعیہ، غیبت اور برائی سے بچتے تھے۔ مال کی طرح علم کے صرف و خرچ میں بھی فیاض تھے۔ آپ کی دولت افادہ انام اور فائدہ مسافی عوام کے لئے وقف تھی۔ آپ نے اپنے کم استطاعت دوستوں کے روزینے مقرر کر دئے تھے۔ گھر کے لئے کوئی چیز خریدتے تو اتنی ہی علماء و محدثین کے گھر خرید کر بھجواتے، شاگردوں میں کسی کو پریشان دیکھتے تو اس کی تمام ضرورتوں کے کفیل بن جاتے۔ چنانچہ قاضی ابو یوسف بھی آپ ہی کی امداد و اعانت سے آسمان علم و فن کے آفتاب بنے۔

حضرات ابو حنیفہؒ اور امام سفیان ثوریؒ میں باہم کچھ شکر رنجی ہو گئی۔ کسی نے آپ سے آ کر کہا کہ سفیان ثوری آپ کی برائی کر رہے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اور مجھے دونوں کو بخشے وہ بہت لائق اور بزرگ شخص ہیں اور علوم و فنون میں یکتا ہیں۔ اس سے میں ان کے تبحر علمی کی تنقیص ہرگز نہیں کر سکتا۔

ایک مرتبہ آپ کے پاس کوئی شخص مسئلہ پوچھنے آیا۔ آپ نے بتایا کسی دوسرے شخص نے کہا، ابو حنیفہؒ خدا سے ڈر کر فتویٰ دیا کرو۔ یہ سن کر آپ پر اس درجہ خوف طاری ہوا کہ چہرہ کی رنگت زرد پڑ گئی۔ کانپنے لگے اور اس شخص سے کہا اللہ تمہیں جزائے خیر دے۔ اگر مجھے یقین نہ ہوتا کہ خدا مجھے فتویٰ نہ دینے پر مواخذہ نہ کرے گا اور یہ نہ کہے گا کہ تو نے جان بوجھ کر اور لکھ پڑھ کر علم کو چھپایا اور اس سے فائدہ نہ پہنچایا تو میں ہرگز فتویٰ نہ دیتا اگر کسی مسئلہ کے جواب میں دقت پیش آتی تو فرمایا کرتے شاید میں کسی گناہ کا مرتکب ہوا ہوں، جس کی یہ شامت ہے۔ پھر اسی وقت وضو کر کے نماز پڑھتے اور استغفار میں مصروف ہو جاتے۔

آپ کی اولاد

معلوم نہیں کہ آپ نے کتنی شادیاں کیں اور کتنی اولاد پیدا ہوئی۔ البتہ اتنا مسلم ہے کہ آپ نے وصال کے بعد ایک صاحبزادہ حماد نامی چھوڑا جو علم و اخلاق میں اپنے نامور باپ کے قدم بقدم تھے۔ بیوی اور بچے سے آپ کو بے حد محبت تھی۔ بچے کی تعلیم پر آپ نے خاص توجہ سے کام لیا تھا۔ جس روز بچے نے الحمد شریف ختم کی حضرت امام نے اس تقریب پر پانسو درہم معلم کو عطا کئے تھے۔ آپ نے اپنے لڑکے حماد کو زندگی ہی میں علاوہ وقت بنا دیا تھا۔ امانتوں کا لاکھوں روپیہ گھر میں پڑا تھا۔ باپ کے انتقال کے بعد بیٹے نے یہ سب روپیہ قاضی شہر کو دے دیا۔

حضرت امام موزوں اندام، میانہ قد، شیریں گفتار بلند آواز۔ فصیح، نہایت خوبصورت اور خوش جمال بزرگ تھے۔ تقریر و تحریر دونوں میں سحر تھا۔ مزاج میں سادگی اور بے تکلفی تھی۔ ہشاش و بشاش اور خنداں رو رہتے تھے۔ لباس پر تکلف پہنتے تھے حتیٰ کہ سجاجہ قاقم کے جبے بھی استعمال کئے ہیں۔ قیمتی سے قیمتی چادریں اوڑھتے تھے۔ آپ کی زندگی خالص اسلامی زندگی تھی۔ جو آج تمام مسلمانوں کے لئے بہترین نمونہ عمل ہے اور وہ اس سے گراں بہا سبق حاصل کر سکتے ہیں۔ کاش مسلمان اس پر عمل کریں۔

اَللّٰهُمَّ وَفِّقْنَا لِمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى

بقیہ وظائف ولطائف

(کالم ۳ سے آگے)

ترجمہ:- داخل ہوتا ہوں اللہ کے نام سے اے اللہ میں آپ سے بازار کی بھلائی طلب کرتا ہوں اور اس چیز کی بھلائی جو اس میں ہے اور تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اس بازار کی برائی سے اور جو چیز کہ اس میں ہے اور اے اللہ نقصان دہ خرید و فروخت سے بھی تیری پناہ چاہتا ہوں۔

- حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی بازار میں داخل ہوتے تو آخر تک دعا (مذکورہ) فرماتے۔

(بیہقی فی الدعوات الکبیر، مشکوٰۃ باب الدعوات فی الاوقات)

ضروری تصحیح

شمارہ ۵۲ میں صفحہ ۹ اور صفحہ ۱۰ الٹے لگ گئے ہیں۔ ۹ کو ۱۰ اور ۱۰ کو ۹ بنا لیجئے۔ صفحہ ۳ "عید مبارک" کے آخر میں صفحہ ۱۴ کی جگہ صفحہ ۱۲ بنا لیجئے۔ (ایڈیٹر)

باسمہٖ سبحانہٗ

وظائف ولطائف

جناب خاموش مبلغ صاحب ملتان

آئینہ دیکھنے کی دعا

اَللّٰهُمَّ كَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِيْ فَاَحْسِنْ خُلُقِيْ وَحَرِّمْ وَجْهِيْ عَلَى النَّارِ

ترجمہ:- اے اللہ جیسے آپ نے میری صورت اچھی بنائی میری سیرت بھی اچھی بنا دیجئے اور میرا چہرہ آگ پر حرام فرما دیجئے۔ (بزار ۱۲ حصن حصین)

دعاء متعلق نکاح وغیرہ

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ مِنْ خَيْرِهَا وَخَيْرِ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا جَبَلْتَهَا عَلَيْهِ

ترجمہ:- اے اللہ آپ سے اس کی بھلائی طلب کرتا ہوں اور اس کے اعمال و افعال، جن پر اس کی پیدائش ہوئی ہے اس چیز کی بھلائی چاہتا ہوں، اور اس کی برائی سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ اور اس چیز کی برائی کہ آپ نے اس کو پیدا کیا اس پر یعنی اس کے اعمال و افعال، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی نکاح کرے یا خادم خریدے تو دعا مذکورہ آخر تک کہے۔ (ابوداؤد ابن ماجہ)

شیطان سے محفوظ اولاد کے لئے مخصوص دعاء

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطٰنَ وَجَنِّبِ الشَّيْطٰنَ مَا رَزَقْتَنَا

ترجمہ:- اے اللہ ہمیں شیطان سے دور رکھئے اور شیطان کو اس چیز سے دور رکھئے جو ہمیں آپ بخشیں (یعنی اولاد)

- حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر تم میں سے جب کوئی اپنی بیوی سے صحبت کا ارادہ کرے تو دعا (مذکورہ) آخر تک پڑھے۔ بیشک اگر کوئی اولاد مقدر ہوئی ہے۔ اس صحبت میں تو اس بچے کو شیطان ضرر نہ کرے گا کبھی۔

(بخاری مسلم ۱۲ مشکوٰۃ کتاب الدعوات فی الاوقات)

بازار میں داخل ہونے کی دعاء

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَسْئَلُكَ خَيْرَ هٰذِهِ السُّوْقِ وَخَيْرَ مَا فِيْهَا وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّهَا وَشَرِّ مَا فِيْهَا اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ اَنْ اُصِيْبَ فِيْهَا صَفْقَةً خَاسِرَةً

(باقی کالم ۲ کے نیچے)

بچوں کا صفحہ

دین کی راہ میں قربانیاں

(از جناب سید مشتاق حسین صاحب بخاری)

پیارے بچو! جس دین کے ہم ماننے والے ہیں۔ وہ عام طور پر ہمیں اپنے اپنے ماں باپ سے ملا ہے۔ نہ ہمیں اس کو حاصل کرنے کے لئے مشقتیں اٹھانا پڑیں۔ اور نہ اسے بچانے اور قائم رکھنے کے لئے قربانیاں دینا پڑیں۔ یہ حصہ تو ہم سے پہلے آنے والے لوگوں کا تھا۔ جنہوں نے اپنا گھر بار چھوڑ کر اور عزیز رشتہ داروں سے بچھڑ کر تحصیل دین کی اور اپنی جانوں پر کھیل کر اسے زندہ رکھا۔ اور ہم تک پہنچایا۔

ہمارے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کئی برس تک مکہ میں اسلام کی تبلیغ کی۔ لیکن سوائے چند مسلمانوں اور کفار کی سختیوں اور تنگیوں کے کچھ حاصل نہ ہوا۔ ایک آپ کے چچا ابو طالب تھے۔ جو ہر موقع پر حضورؐ کی مدد کرتے۔ لیکن اُن کے انتقال کے بعد حضورؐ کا کوئی بھی یار و مددگار نہ رہا اور دشمنوں کے حوصلے اور بھی بلند ہو گئے۔ اِن دنوں حضورؐ طائف تشریف لے گئے۔ تاکہ وہاں جا کر قبیلہ ثقیف کے لوگوں کو دعوتِ اسلام دی جائے۔ اگر وہ قبیلہ مسلمان ہو جاتا تو مسلمانوں کی جماعت کو بڑی تقویت پہنچ جاتی۔ جب حضورؐ اُن کے پاس گئے اور اُن کے سرداروں سے بات چیت کی تو وہ لوگ نہ صرف بات تک سننے سے انکاری ہو گئے۔ بلکہ انہوں نے حضورؐ کی مہمان نوازی تک قبول نہ کی۔ اور الٹی سیدھی باتیں بنانے لگے۔ حضورؐ اللہ کی رحمت سے ناامید ہونے والے نہ تھے۔ اس لئے اسی قبیلے کے چند اور آدمیوں سے بات چیت کی وہ لوگ بھی نہ مانے۔ اور حضورؐ کو واپس آنا پڑا۔ انہوں نے واپسی پر شریر بچوں کو پیچھے لگا دیا۔

ان بچوں نے آپؐ کا مذاق اڑایا۔ تالیاں پیٹیں بلکہ پتھر تک پھینکے۔ آپؐ کے پائے مبارک زخمی ہو گئے اور جوتے خون سے رنگین ہو گئے۔ جب ان شریر لوگوں سے نجات ملی۔ تو آپ نے ان لوگوں کو بد دعا دینے کی بجائے ان کے حق میں دعا کی کہ اے اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے۔

ایک دفعہ مسلمانوں اور کفار مکہ کے درمیان عارضی صلح ہوئی۔ جس کو صلح حدیبیہ کہتے ہیں۔ اس میں یہ طے پایا کہ اگر مسلمانوں کا آدمی کفار کے پاس چلا جائے گا تو وہ واپس نہیں کریں گے۔ لیکن مسلمان ان کا آدمی واپس کر دیں گے۔ چنانچہ دو صحابی حضرت ابو جندلؓ اور ابو بصیرؓ کفار کے گروہ سے نکل کر مسلمانوں کی جماعت میں آ ملے۔ حضورؐ نے معاہدہ کے ماتحت انہیں واپس کر دیا۔ اِن دونوں بزرگوں پر جو مصیبت گذری وہ بیان سے باہر ہے۔ یہ لوگ جنگلوں میں رہتے اور فقط اللہ اور رسول کا نام لے کر زندہ رہتے حتیٰ کہ غریب الوطنی کی حالت میں رحلت فرما گئے۔

حضرت بلال حبشیؓ کا نام تم نے سنا ہو گا۔ ان کا نام آتے ہی مصائب اور تکالیف آنکھوں تلے پھر جاتے ہیں۔ یہ ایک کافر کے غلام تھے۔ ہدایت کا پیغام پہنچتے ہی مسلمان ہو گئے۔ ان کے آقا کو ظلم کرنے کا مشغلہ ہاتھ آ گیا اور جی بھر کر دُکھ دینے لگا۔ گرم ریت پر لٹا کر پتھر سینہ پر رکھتا۔ کبھی پاؤں میں رسی باندھ کر شریر بچوں کے حوالے کر دیتا۔ زنجیروں سے باندھ کر کوڑے لگواتا۔ غرضیکہ شاید ہی کوئی ایسا ظلم ہو جو اس نے حضرت بلالؓ کے ساتھ نہ کیا ہو۔ اس کے علاوہ اور بھی بڑے بڑے کافر تھے جو اس ظلم و ستم میں حصہ لیتے جب ظالموں کے ظلم کی انتہا ہو گئی تو اللہ تعالےٰ نے صدیق اکبرؓ کے دل میں خیال ڈالا انہوں نے آپ کو خرید کر اللہ کی راہ میں آزاد کر دیا۔

عزیز بچو! کچھ بزرگوں کے حالات ہم تمہیں انشاء اللہ اگلی فرصت میں سنائیں گے۔ تم دیکھو گے کہ آج چودہ سو (۱۴۰۰) سال بعد جو دین صحیح و سالم ہم تک پہنچا ہے۔ اور جس اسلام کا اتنا عالیشان محل کھڑا نظر آ رہا ہے اس کی بنیادوں میں کن کن بزرگوں کی ہڈیاں پتھروں کی طرح پیس کر رکھی گئی ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ جو چیز جتنی آسانی سے حاصل ہو وہ اتنی ہی بے قدر ہوتی ہے لیکن اسلام کو اس طرح نہ سمجھ لینا چاہیئے۔ گو یہ ہمیں ورثہ میں اور بلا معاوضہ ہی ملا ہے۔ لیکن در حقیقت یہ دین سب سے بڑی اور سب سے سخت ترین قربانیوں کی بدولت پھولا پھلا ہے۔ اس لئے اسے بے قدر خیال نہیں کرنا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ اور رسولِ مقبول کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ان بزرگوں سے نیازمندی اور عقیدت کی بھی ضرورت ہے۔ جنہوں نے اسلام کے پہلے سالوں میں وہ کام کئے جو شاید پھر کبھی نہ

خدام الدین لاہور — منظور شدہ محکمۂ تعلیم لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ج/۳۲۱/ ۱۶ مورخہ ۳ رمئی ۱۹۵۶ء — ۱۸ رمئی ۱۹۵۶ء

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷

ایڈیٹر
عبدالمنان چوہان

ہفت روزہ خبریں

بدل اشتراک
سالانہ .... ۱۱/ روپے
ششماہی .... ۲/ ,,
فی پرچہ .... چار آنے

— کراچی - ۸ رمئی - مغربی پاکستان کی سیاسی صورت حال کے متعلق آج کراچی میں اہم بات چیت شروع ہو گئی -

— لاہور - ۸ رمئی - سپریم کورٹ آف پاکستان نے آج ایک قانونی نکتے کا فیصلہ کرتے ہوئے قرار دیا کہ کسی ملزم کی سزایابی کیلئے اس کا ایسا اقبال جرم کافی نہیں جو اس نے سماعت کنندہ عدالت کے سوا کسی اور مجسٹریٹ کے روبرو کیا ہو - اس سلسلہ میں ملزم کی سزایابی کیلئے اس ...

لاہور - ۹ رمئی - اینٹی کرپشن پولیس نے ایک ایسے گروہ کا پتہ چلایا ہے - جو ناجائز طور پر مزدوروں کو برطانیہ بھیجا کرتا تھا - پولیس نے اس گروہ کے سرغنہ کو جو جہلم کے ایک مشہور تاجر ہیں گرفتار کر لیا ہے -

— نئی دہلی - ۹ رمئی - کل سے یہاں پاکستان اور ہندوستان کے نمائندوں کی جو مالیاتی کانفرنس شروع ہوئی تھی - اس میں بعض حل طلب مالی امور کے متعلق سمجھوتہ ہو گیا ہے - ابھی سمجھوتہ کی تفصیلات معلوم نہیں ہو سکیں -

— نئی دہلی - ۱۰ رمئی - بھارتی حکومت کے وزیر پارلیمانی امور مسٹر ستیہ نارائن سنہا نے کل لوک سبھا میں ایک بیان دیتے ہوئے اس امر کی طرف اشارہ کیا کہ کانگرسی حکومت آئندہ انتخابات ملتوی کر دے گی -

— کراچی - ۱۱ رمئی - آج صبح مرکزی کابینہ کا اجلاس دو گھنٹے تک جاری رہا - جس میں مغربی پاکستان کی سیاسی صورت حال پر غور کیا گیا - اجلاس کے بعد اعلان کیا گیا کہ وزیر اعظم نے چین جانے کا پروگرام اٹھارہ روز کے لئے ملتوی کر دیا ہے -

— واشنگٹن - ۱۱ رمئی - سفارتی حلقوں کی اطلاع کے مطابق روسی بلاک اب مصر کو دس کروڑ ڈالر کا اسلحہ فراہم کر چکا ہے -

کراچی - ۱۱ رمئی - آج کراچی اور راولپنڈی میں جمعۃ الوداع کی نماز کے بعد الجزائر کی آزادی کے لئے خاص دعائیں مانگی گئیں اور حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ مسئلہ الجزائر کے پرامن تصفیہ اور خونریزی روکنے کے لئے فرانس پر سفارتی ذرائع سے دباؤ ڈالا جائے -

— کراچی - ۱۲ رمئی - قومی ترقی کا پہلا پنج سالہ منصوبہ آج شام شائع کر دیا گیا - اس پر چار سال میں گیارہ ارب سولہ کروڑ روپیہ صرف ہوگا - اس کی تکمیل پر قومی آمدنی میں بیس فی صد اضافہ ہو جائے گا - اس دوران میں بیس لاکھ افراد کو ملازمتیں دی جائیں گی - اور اڑھائی لاکھ مکانات تعمیر کئے جائیں گے - صنعتی پیداوار میں تیرہ فی صد اضافہ کیا جائے گا -

— نئی دہلی - ۱۴ رمئی - معلوم ہوتا ہے کہ نزاعی امور پر گفتگو کے لئے سر دست پاکستان اور ہندوستان کے وزرائے اعظم کی ملاقات کا کوئی امکان نہیں

— نئی دہلی - ۱۴ رمئی - بھارتی وزیر اعظم نے آج پھر لوک سبھا میں پاکستان پر کڑی نکتہ چینی کی - انہوں نے بتایا کہ حکومت پاکستان نے نقشے چھاپنے والی ملکی کمپنیوں کو ہدایت کی ہے کہ نقشوں میں جوناگڑھ حیدر آباد اور کشمیر کو پاکستانی علاقہ ظاہر کیا جائے -

— نئی دہلی - ۱۴ رمئی - بھارتی وزیر اعظم نے آج لوک سبھا میں بتایا کہ بھارت کے عام انتخابات اگلے سال کے اوائل میں منعقد ہونگے اور حکومت انتخابات میں تاخیر کرنے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتی -

(... رسالہ خدام الدین ... اندرون شیرانوالہ گیٹ شائع ہوا)